

تصوف کے موضوع پر منفرد تصنیف

تصوف اور مرقیہ



تصنیف

حضرت علامہ محمد افضل قادری
خطیب جامع مسجد نورنبی

البرکات پبلشرز لاہور

۱۱

“

“

تصوف کے لوگوں پر تصوف و تصنیف

تصوف اور صوفیاء

تصنیف

حضرت علامہ محمد افضل قادری
خطیب جامع مسجد نورنبی

اکبر پبلشرز

نیشنل سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور Ph: 37352022

﴿جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں﴾

تصوف اور صوفیاء	نام کتاب
حضرت علامہ محمد افضل قادری	مؤلف
خطیب جامع مسجد نور بنی، پکی کوٹلی، سیالکوٹ		
حضرت علامہ محمد تنویر قادری آستانہ عالیہ ڈھوڈا شریف	نظر ثانی
168	صفحات
عبدالسلام، قمر الزمان	کمپوزنگ
2012ء	اشاعت
محمد اکبر قادری	ناشر
روپے	قیمت

ملنے کے لیے

- ☆ کراچی اسلامی ورائٹی ہاؤس بوچڑ خانہ روڈ سیالکوٹ
- ☆ حافظ بک ایجنسی اقبال روڈ سیالکوٹ
- ☆ اسلامک بک کارپوریشن، اقبال روڈ، راولپنڈی
- ☆ مکتبہ المجاہد، بھیرہ شریف
- ☆ الرضا کیسٹ ہاؤس، اندرون بوہڑ گیٹ، ملتان

الاءاء

بصد ادب و احترام اپنے والدین مرحومین کریمین جن کی شفقتوں، محبتوں اور دعاؤں سے مجھے لکھنے کی توفیق عنایت ہوئی۔

اللہ تعالیٰ اس سعی جمیل کی تمام تر برکتیں اور رحمتیں، والدین کریمین کو عطاء فرما کر اپنے حبیب کریم کے طفیل اس صدقہ جاریہ پر اجر عظیم سے نوازے اور انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ عطاء فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم۔

انتساب

بمضور عالم با عمل، شیخ شریعت و طریقت، منبع رشد و ہدایت

حضرت علامہ پیر سید نذیر حسین شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ

بانی دارالعلوم محمدیہ غوثیہ، سیالکوٹ کینٹ

کھروٹہ سیداں

نذر عقیدت

بمضور حکیم الامت شیخ الاسلام غوث زماں

غواص معرفت، منبع رشد و ہدایت

حضرت شیخ سید افتخار احمد حسین غوث گیلانی القادری قدس سرہ العزیز

مرجع خاص و عام منڈیر شریف، سیداں مغربی، سیالکوٹ

فہرست

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۳۵	تصوف مذہب سے جدا نہیں	۳	الاحدء
۳۶	تصوف اور اسلام کا تحقیقی اور تجرباتی مطالعہ	۴	انتساب
۳۷	اخلاق مصطفوی ﷺ اور تصوف	۴	نذر عقیدت
۴۰	پہلا باب	۱۱	تقریظ (ڈاکٹر صاحبزادہ سید مسعود السید)
۴۰	تصوف	۱۳	تقریظ (پیر سید عارف بہاؤ الحق شاہ صاحب)
۴۰	۱- منجات	۱۴	تقریظ (ڈاکٹر خادم حسین خورشید الازہری)
۴۰	۲- مہلکات	۱۷	کچھ مصنف کے بارے میں
	حضرت سید شیخ عبدالقادر جیلانی غوث اعظم	۱۷	تدریس (ٹیچنگ)
۴۱	کافرمان	۱۸	خطابت
۴۲	تصوف لغت کے اعتبار سے	۱۸	بیعت و ارادت
۴۳	۱- صوفی	۱۸	اساتذہ کرام
۴۳	۲- متصوف	۱۹	عرض مؤلف
۴۳	۳- مستصوف	۲۵	نعت رسول اکرم ﷺ
	صاحب المنجد کی تصوف کے بارے میں	۲۷	مدح و استغاثہ آن جناب رسالت مآب ﷺ
۴۳	شرح	۲۹	مقدمہ
۴۴	۱- الصفا	۳۱	تعریف تصوف اور تاریخ تصوف
۲۵	قول ثانی	۳۱	مقصود ذات خداوندی
۴۵	قول ثالث الصوف	۳۱	ایک فکری الجھن
۴۶	قول رابع الصوف	۳۳	حقیقت حال تصوف اور مذہب
۴۶	قول خامس الصوف	۳۳	تصوف بین المذہب

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۶۷	۲- طعام میں کمی	۴۸	قول سادس الصفا
۶۷	سونے میں کمی	۴۸	تصوف کا اصطلاحی مفہوم
۶۸	۴- کثرت ذکر و عبادات	۴۹	تصوف کی تاریخ
۶۸	۱- تلاوت قرآن مجید	۵۱	دوسرا باب
۶۸	نوافل کی ادائیگی	۵۱	تصوف و طریقت اور شریعت کا
۶۸	تفکر و مراقبہ	۵۱	آپس میں کوئی تضاد نہیں
۶۹	مراقبہ کیا ہے	۵۲	سالک کے لئے چند ابتدائی تقاضے
۷۰	محاسبہ		۱- کامل اطاعت حق کے لئے حصول علم
۷۰	بیعت اور اس کی اقسام	۵۳	ضروری ہے
۷۱	بیعت کا ثبوت	۵۴	امام مالک کا قول ہے
۷۲	دوبارہ بیعت کا حکم	۵۶	صدقہ و خیرات
۷۲	بیعت کرنے کا طریقہ	۵۶	ضرورت شیخ
۷۲	عورتوں کو بیعت کرنے کا طریقہ		ہدایت کے لئے کسی فیض یافتہ شخصیت
۷۴	چوتھا باب	۵۶	کی ضرورت
۷۴	تصوف کا بنیادی مقصد	۵۷	شیخ مقام احسان تک رسائی کا ذریعہ ہوتا ہے
۷۴	تزکیہ نفس	۶۰	حضرت سیدنا غوث اعظم کا فرمان
۷۵	مجاہدہ نفس	۶۱	شیخ کا تصور اور صحابہ کرام
۷۸	۲- صفائے قلب	۶۲	مرشد کا تہ ویر اور قرآن
۸۰	ولایت کا معنی و مفہوم	۶۳	شیخ کامل کی صفات اور شیخ کامل کے آداب
۸۰	ولایت کی تشریح	۶۶	تیسرا باب
۸۱	۱- ولی اللہ اور ولی العبد	۶۶	سالک کے لئے چند بنیادی ہدایات
۸۲	۲- ولی العبد	۶۶	مجاہدہ نفس کا پہلا قدم
۸۲	۳- ولی اللہ	۶۶	۱- کلام میں تخفیف

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۹۷	گروہ جبریہ	۸۳	حضرت اولیس قرنی اور مقام ولایت
۹۸	شریعت کی پابندی ہر حال میں ضروری ہے ..	۸۴	پانچواں باب
۹۸	وحدة الوجود	۸۴	۱- علم الکلام یا علم العقائد
۹۸	وحدة الشہود	۸۴	۲- علم الاحکام
۹۸	پہلا گروہ	۸۴	۳- علم الاخلاص
۹۹	دوسرا گروہ	۸۵	علوم اللسان اور علوم الایمان
	سلاسل کی نسبت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ و	۸۶	انسان کی مادی اور روحانی محنت کا ثمر
۱۰۰	حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کیوں؟	۸۸	جدید علم کلام اور کرامت
۱۰۱	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات ولایت کے انوار	۸۸	ایم۔ آر۔ آئی
۱۰۲	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے انوار	۸۹	تزکیہ و ریاضت سے حیات بخشی تک
	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل تزکیہ سے طبائع میں	۸۹	الٹراساؤنڈ
۱۰۴	زبردست تبدیلی	۸۹	قرآن مجید سے ثبوت
۱۰۴	چند مشہور صوفیاء کا تعارف	۹۰	کرامات کا اثبات
۱۰۴	(۱) تعارف شیخ سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ	۹۰	کتاب اللہ سے اس کی دلیل
۱۰۵	فتوح الغیب میں آپ کا فرمان	۹۰	اولیاء اللہ کا کتابھی سلامت رہا
۱۰۵	تصوف کیا ہے؟	۹۱	حدیث سے دلیل
۱۰۵	داتا علی ہجویری گنج بخش <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> کا مختصر تعارف	۹۳	چھٹا باب
۱۰۶	تعارف امام ابوالقاسم قشیری <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>	۹۳	شطیحات
۱۰۶	تصوف کی تاریخ کے بارے میں	۹۴	کسر نفسی / ملامت
	تعارف: حضرت شاہ ولی اللہ	۹۵	سکر و صحو
۱۰۷	محدث دہلوی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>	۹۵	محو اثبات
۱۰۸	خرقہ کی اقسام	۹۶	عقیدہ حلول رکھنے والے
۱۰۸	(۱) خرقہ اجازت	۹۷	ملامتیوں کا گروہ

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۲۱	عوارف المعارف	۱۰۸	(ب) خرقة ارادت
۱۲۱	خانقاہی نظام	۱۰۸	(ج) خرقة تبرک
۱۲۳	سیرت کے چند گوشے	۱۰۹	کلام و پیام کا طریقہ ملاحظہ فرمائیں
۱۲۳	حضرت علامہ پیر سید نذیر حسین شاہ صاحب	۱۱۰	حضرت شاہ ولی اللہ <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>
۱۲۳	علامہ مولانا محمد افضل قادری		اولیاء و صوفیاء کے بارے میں اچھی رائے کا
	قبلہ پیر سید نذیر حسین شاہ صاحب	۱۱۱	مشورہ
۱۲۳	نور اللہ مرقدہ	۱۱۱	امام شعرانی
۱۲۳	محبت شیخ	۱۱۱	سید علی بن وفا
۱۲۶	عشق مصطفیٰ <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small>	۱۱۲	حضرت بایزید کے متعلق ابن عربی کی رائے
۱۲۸	مصلح	۱۱۳	تعارف حضرت محبوب ذات <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>
۱۲۸	صفت رحمت		تعارف حضرت سید افتخار احمد حسین قدس سرہ
۱۲۹	مستغنی	۱۱۳	العزیز
۱۳۱	خودی اور خودداری		کرامت: والد گرامی صاحبزادہ ڈاکٹر مسعود السید
۱۳۲	مؤمنانہ فراست	۱۱۵	صاحب مدظلہ العالی "سید غوث زمان".....
۱۳۲	طریقہ ذکر اسم ذات	۱۱۶	غوث زمان قطب زمان یا قطب مدار
۱۳۵	دیگر لطائف اور ان کا ذکر		تعارف: قطب العارفین حضور قبلہ پیر سید
۱۳۵	ذکر نفی اثبات	۱۱۶	جماعت علی شاہ لا ثانی قدس سرہ
۱۳۶	مراقبات	۱۱۷	صوفیاء و مشائخ کی نظر میں آپ <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> کا مقام
۱۳۶	مراقبہ دائرہ امکان		تعارف: حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی
۱۳۶	(۱) مراقبہ احدیت	۱۱۸	شاہ <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> محدث علی پوری
۱۳۶	مراقبات ولایت صغریٰ		تعارف: شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین
۱۳۶	(۲) مراقبہ تجلیات افعالیہ		سہروردی قدس سرہ العزیز (سلسلہ سہروردیہ کے
۱۳۷	(۳) مراقبہ تجلیات صفات ثبوتیہ	۱۱۹	بانی)

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۳۴ (۲۴) مراقبہ حقیقت الحقائق	۱۳۷ (۴) مراقبہ تجلیات شیونات ذاتیہ
۱۳۴ (۲۵) مراقبہ لا تعین	۱۳۸ (۵) مراقبہ تجلیات صفات سلبیہ
۱۳۵ ختمات ثلاثہ	۱۳۸ (۶) مراقبہ تجلیات شان جامع
۱۳۵ طریقہ ختم ہفت خواجگان	۱۳۸ مراقبات ولایت کبریٰ
۱۳۶ طریقہ ختم مجددی	۱۳۸ (۷) مراقبہ دائرہ اولیٰ
۱۳۶ طریقہ ختم معصومی	۱۳۹ (۸) مراقبہ دائرہ ثانیہ
۱۳۷ مجربات و عملیات	۱۳۹ (۹) مراقبہ دائرہ ثالثہ
۱۳۷ ہر قسم کے تحفظ کے لیے	۱۴۰ (۱۰) مراقبہ قوس
۱۳۷ ہر ضرورت کے لیے	۱۴۰ (۱۱) مراقبہ اسم ظاہر
۱۳۸ ہر آفت سے محفوظ رہے	۱۴۱ مراقبہ ولایت علیا
۱۳۹ بیٹا پیدا ہو	۱۴۱ (۱۲) مراقبہ اسم باطن
۱۳۹ خاوند بیوی کے درمیان محبت کے لیے	۱۴۱ مراقبات سلوک مجددی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>
 تحفہ فضلی برائے کینسر (دعائے دم برائے	۱۴۱ (۱۳) مراقبہ کمالات نبوت
۱۵۰ کینسر)	۱۴۲ (۱۴) مراقبہ کمالات رسالت
۱۵۱ نکسیر کے لیے	۱۴۲ (۱۵) مراقبہ کمالات اولوالعزم
۱۵۱ حمل نہ گرے	۱۴۲ (۱۶) مراقبہ حقیقت کعبہ
۱۵۱ دعوت رحیمی	۱۴۲ (۱۷) مراقبہ حقیقت قرآن
 گمشدہ / بھاگے ہوئے شخص کی واپسی	۱۴۳ (۱۸) مراقبہ حقیقت صلوٰۃ
۱۵۲ کے لیے	۱۴۳ (۱۹) مراقبہ معبودیت صرفہ
۱۵۲ اسم اللہ شریف کے عمل	۱۴۳ (۲۰) مراقبہ حقیقت ابراہیمی
۱۵۳ دعوت سورۃ الواقعہ	۱۴۳ (۲۱) مراقبہ حقیقت موسوی
۱۵۳ اسرار حروف مفردہ	۱۴۴ (۲۲) مراقبہ حقیقت محمدی <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small>
۱۵۴ الف	۱۴۴ (۲۳) مراقبہ حقیقت احمدی <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small>

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۶۱ ن	۱۵۵ ب
۱۶۱ اقطار حروف	۱۵۵ ت
۱۶۲ ہاء	۱۵۵ ث
۱۶۲ واؤ	۱۵۶ ج
۱۶۲ حروف	۱۵۶ ح
۱۶۳ حروف مواثبات	۱۵۶ خ
۱۶۳ گیارہ دوسرے حروف	۱۵۷ د
۱۶۳ خوف کے لیے چودہ حروف	۱۵۷ ذ
۱۶۳ چودہ حروف صامتہ	۱۵۷ ر
۱۶۴ حروف خواتیم	۱۵۷ ز
۱۶۴ حروف نورانی	۱۵۷ س
۱۶۴ ذہنی پریشانی کی صورتوں میں	۱۵۸ ش
۱۶۵ قضائے حاجت	۱۵۸ ص
۱۶۵ بدچلن اور نافرمان اولاد	۱۵۸ ض
۱۶۵ ہر حاجت و ہر مرض کے لیے	۱۵۹ ط
۱۶۵ خاوند اور بیوی کے خوشگوار تعلقات	۱۵۹ ظ
۱۶۶ شادی کی طلب	۱۵۹ ع
		۱۵۹ غ
		۱۶۰ ف
		۱۶۰ ق
		۱۶۰ ک
		۱۶۱ ل
		۱۶۱ ن

تقریظ

ڈاکٹر صاحبزادہ سید مسعود السید

(سجادہ نشین) درگاہ حضرت محبوب ذات و نقش محبوب ذات

مغربی دربار شریف، منڈیر سیداں، ضلع سیالکوٹ

مہتمم: باب العلوم مدرسۃ الاولیاء، منڈیر شریف سیداں، ناظم اعلیٰ: اتحاد المشائخ پنجاب، پاکستان

بانی و ناظم اعلیٰ: انجمن خدام الاولیاء (رجسٹرڈ) سیالکوٹ، پاکستان

کنسلٹنٹ چلڈرن سپیشلسٹ کمشنر روڈ، سیالکوٹ

الحمد لله وحده والصلوة والسلام على من لا نبی بعده . اما بعد!

زیر نظر کتاب ”تصوف“ عزیزم حافظ محمد افضل قادری صاحب نے تصنیف کی یہ تصوف

کی ابجد سیکھنے کے لیے ایک مفید آلہ ہو سکتی ہے۔ لیکن تصوف درحقیقت تجربات و مشاہدات

کا نام ہے۔ جس طرح آم پر سو کتابیں پڑھ کر بھی آم کا ذائقہ نہیں آ سکتا، جب تک آم کھایا نہ

جائے۔ تیرا کی پر ایک ہزار کتابیں پڑھ کر اگر کوئی بغیر مشق کے سمندر میں دریا میں نہر میں

گہرے پانی میں چھلانگ لگا کر یہ سوچے کہ وہ تیرے گاتویہ ناممکن ہے، کیونکہ تیرا کی کے لیے

مشق کی ضرورت ہے، اسی طرح تصوف و طریقت کے لیے جہد مسلسل کی ضرورت ہے۔

دراصل جہاں شریعت کی حدود ختم ہوتی ہیں وہاں سے تصوف کی حدود شروع ہوتی ہیں۔

پانچ نمازیں شریعت میں فرض ہیں جب کہ ان کے ساتھ ساتھ تہجد، اشراق، چاشت،

اوّابین اور رات کے نوافل تصوف کے بنیادی کورس میں شامل ہیں، ایک ماہ کے روزے

شریعت میں فرض ہیں، جب کہ اس کے بعد کم کھانا اور نفلی روزوں کا اہتمام کرنا تصوف

ہے۔ زکوٰۃ ادا کرنا شریعت کا حکم جب کہ اس کے علاوہ جسم کی زکوٰۃ ادا کرنا ایثار و قربانی

کرنا اور مال کو اتنا کم رکھنا کہ زکوٰۃ کی فرضیت عائد ہی نہ ہو، تصوف ہے۔ حج کرنا شریعت

جب کہ حج کے بعد تمام زندگی اپنے آپ کو وہیں محسوس کرنا تصوف ہے۔ جسم اور کپڑوں کو

پاک کرنا شریعت، جب کہ اس کے ساتھ ساتھ نظر کو پاک رکھنا تصوف کا ابتدائی تقاضا

ہے۔ صوفی شریعت پر گامزن ہو کر اس کی تابع فرمانی کر کے اس کو اپنی زندگی پر لاگو کرتا ہے پھر اس کے بعد تصوف کے راستے پر چلتا ہے۔ پانچ فرض نمازیں پڑھ کر نوافل کا اہتمام کرتا ہے۔ ایک ماہ کے رمضان کے روزے رکھ کر تمام سال نفلی روزوں کا اہتمام کرتا ہے اور باقی دنوں میں کم کھاتا ہے۔

حضرت سلطان العارفين سلطان باہو علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ شریعت دودھ ہے اور تصوف مکھن ہے۔ دودھ ہوگا تو مکھن نکلے گا پانی سے مکھن نہیں نکل سکتا۔

عزیزم حافظ محمد افضل قادری سلمہ نے یہ کام شروع کیا اللہ پاک وحدہ لا شریک عزوجل اپنے حبیب پاک نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل انہیں اس پر کار بند رکھے اور اس ابتدائی کتاب پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ (آمین!) اور آئندہ اسی دشت کی سیاحی میں مزید کامیابیاں عطاء فرمائے۔

عزیزم قاری صاحب نے اپنی اس کتاب میں تصوف کی تاریخ اور تعریف پر روشنی ڈالی ہے۔ اس کے علاوہ مشاہدات، مجاہدات، واردات قلبی، مرید و مرشد کی خصوصیات کو زیر بحث لائے ہیں۔ صحو، سکر، بیعت، تصویر، شیخ، سلوک، ملامت وغیرہ کا ذکر بھی کتاب میں موجود ہے جو عام قاری کے لیے اصطلاحات تصوف جاننے کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

اقوال جلیل القدر صوفیاء اس کتاب کی زینت ہیں خصوصاً حضرت غوث الاعظم شیخ سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کے فرمودات قابل تقلید ہیں۔

میری دعا ہے کہ اللہ پاک وحدہ لا شریک عزوجل اپنے حبیب پاک نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل، مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم حضرات امامین، حضور غوث الثقلین اور حضور محبوب ذات کے تصدق میں ہمیں صراط مستقیم پر رکھے۔ (آمین!)

آمین بجاہ نبی الامین وامجادہ وآلہ واصحابہ اجمعین .

مسعود السید

27-12-2011

تقریظ

پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ مولانا پیر سید عارف بہاؤ الحق شاہ صاحب

جگر گوشہ حضور قبلہ شاہ صاحب

پرنسپل دارالعلوم محمدیہ غوثیہ سیالکوٹ کینٹ

برادرانِ اسلام! آج کل مادیت کا دور ہے، ہر طرف افراتفری اور نفسا نفسی کا عالم ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان کو جس مقصد کے لیے بھیجا، آج وہ اس سے غافل نظر آ رہا ہے، حق و باطل کا یہ معرکہ جو حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا، قیامت تک جاری رہے گا، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی اصلاح کے لیے ایک لاکھ تقریباً چوبیس ہزار انبیاء و رسل کو بھیجا تا کہ انسان صراطِ مستقیم پر گامزن رہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نبوت کا سلسلہ ختم فرمایا، اب یہ ذمہ داری آپ کی امت کے علماء، صلحاء اور صوفیاء پر تا قیامت جاری رہے گی، تا کہ بھٹکے ہوئے انسانوں کو سیدھے راستے پر گامزن رکھا جائے۔

تاریخ اسلامی میں صوفیاء کرام نے اس ذمہ داری کو خوب نبھایا، معاشرے کے قلوب و اذہان کو اپنے کردار و علم سے بدل دیا۔ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر، حضرت بابا نظام الدین محبوب الہی، حضرت خواجہ معین الدین چشتی، جمیری، حضرت داتا علی، جویری رحمۃ اللہ علیہم کے علاوہ لاکھوں صوفیاء نے دین محمدی کی آبیاری کے لیے اپنا اپنا کردار پیش کیا، برصغیر میں اسلام کی رونقیں انہیں صوفیاء کی تبلیغ کی مرہون منت ہیں۔

موصوف مولانا افضل قادری صاحب نے تصوف کے حوالہ سے ایک عظیم کاوش کی ہے، تصوف کی تعریف، اس کے مقاصد اور معاشرے میں اس روحانی عمل کے فیوض و برکات کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے اور ان غلط فہمیوں کا ازالہ کیا ہے جو بعض لوگوں کے ذہنوں میں تصوف کے حوالہ سے موجود ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کے علم و عمل میں اضافہ فرمائے اور اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ (آمین!)

والسلام: سید عارف بہاؤ الحق شاہ

تقریظ

ڈاکٹر خادم حسین خورشید الازہری

سربراہ ادارہ وحدت اسلامیا لاہور

خطیب و مفتی مرکز اہل سنت ڈونگا باغ، سیالکوٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

مخدوم امم سید، جویرا شیخ علی بن عثمان المعروف حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد گرامی ہے:

صوفی وہ ہے جو اپنے اخلاق و معاملات کو مہذب اور اپنی طبیعت کو آلائشوں سے پاک کر لیتا ہے۔ اس ضمن میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شیخ کا قول بھی نقل کیا کہ وہ شخص جو محبت میں مصطفیٰ ہوتا ہے اور وہ شخص محبت میں غرق ہو اور غیر سے بیزار ہو، صوفی ہے۔ پھر ارشاد فرمایا: تصوف باب تفاعل سے ہے، جس کی خاصیت تکلیف ہے، صوفی اپنے نفس پر تکلیف اٹھاتا ہے، اس لیے صوفی ہے۔

صوفیاء کی صفوں میں بعض نااہل اور دنیا دار شامل ہوئے تو اس کا اہل دل اکابر نے فوری محاسبہ کیا۔ مولانا روم نے احتیاط کی تلقین کی، تو حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر عملی گرفت کی۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے صوفیاء کے حوالے سے تین اقسام کا ذکر کیا ہے:

(۱) صوفی: وہ شخص جو آپ سے فانی اور حق کے ساتھ باقی ہو، اپنی طبیعت کے قبضہ سے رہائی پائے ہوئے اور حق کے ساتھ ملا ہوا ہو۔

(۲) متصوف: وہ متکلف صوفی جو مجاہدے اور تکلف سے صوفیاء کی صف میں شامل ہو۔

(۳) مستصوف: وہ انسان جو دنیاوی مال و متاع اور عزت حاصل کرنے کے لیے اپنے آپ کو صوفی ظاہر کرے۔ صفا اور تصوف سے اس کا کوئی تعلق نہ ہو، یہ وہ جعلی صوفی ہے جو صوفیاء کے نزدیک اس حقیر مکھی کی طرح ہے جو آلودگی پسند ہے، مگر یہ شخص غیر لوگوں کے سامنے بھیڑیا ہے کہ ان سے مال ہتھیا لیتا ہے۔

اولیائے اُمت اور صوفیائے ملت..... جو صاحبان علم و حکمت اور واقفان دین متین تھے..... ہر دور میں عقائد کی صیانت اور اعمال کی حفاظت کے کفیل رہے..... دسویں اور گیارہویں صدی عیسوی میں زنادقہ اور ملاحدہ کے طرز عمل کی بیخ کنی اور ان کی پیدا کردہ غلط فہمیوں کے ازالے کے لیے مستند اور مدلل کتابیں تصنیف کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ ملاحدہ اور دلولیوں کے تصوف کے بارے میں بے بنیاد پروپیگنڈے کے نتیجے میں علماء ظاہر یہ سمجھے لگے تھے کہ تصوف اسلامی شریعت سے کوئی متصادم اور متضاد نظریہ و طریق ہے۔

چنانچہ ان ادوار میں کتاب اللمع فی التصوف از ابوالنصر سراج رحمۃ اللہ علیہ، قوت القلوب از ابوطالب مکی رحمۃ اللہ علیہ، رسالہ قشیریہ از ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ، التعرف لمذہب اہل التصوف از ابوبکر محمد القلا بازی رحمۃ اللہ علیہ اور کشف المحجوب جیسے شاہکار سامنے آئے، یقیناً صوفیاء کرام کا کردار تہذیب اسلامی اور ثقافت دینی کی تریخ کا ذریعہ رہا ہے اور بالخصوص ارض پاک..... اولیاء کے فیضان اور ان کی خصوصی عطاؤں سے مزین اور منور ہے..... بایں وجہ ان صوفیاء اور اولیاء کے علمی، فکری اور روحانی ورثہ کی حفاظت ہماری اولین ذمہ داری ہے، ان حالات میں جہاں ایک طرف دنیا بالخصوص امریکہ اور یورپ..... رومی رحمۃ اللہ علیہ اور غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے افکار و تعلیمات کے ذریعہ اپنی شب تاریک سحر کرنے کی سعی کر رہے ہیں تو دوسری طرف اپنی صفوں میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو "اپنے خورشید پر پھیلا دیئے سائے ہم نے" کے مصداق مخاصمانہ قوتوں اور مخالفانہ جذبوں کو شہ دینے کے درپے ہیں۔ ایسے روشن و تابندہ ستاروں پر

جہالت اور کج فکری کی دھول اڑائے جانے کی معاندانہ کوشش ہر دور میں ہوتی رہی تاکہ اُمت کی نظریں دھندلا جائیں، مگر علم و عمل کے یہ پیکر اس قدر کوہ وقار ثابت ہوئے کہ ہر سازش ناکام و نامراد رہی، تاہم علمائے ملت، صلحائے اُمت نے ہمیشہ ان قوتوں کو بھرپور جواب دیئے اور دشمنانِ تصوف و اولیائے کاملین کا رد کرتے رہے اور آج تک یہ سلسلہ جاری و ساری اور جب تک ایسی آوازیں اُٹھتی رہیں گی، تب تک جوابات بھی جاری رہیں گے۔

اسی سلسلہ کی ایک کڑی فاضل نوجوان حضرت مولانا حافظ محمد افضل قادری کی کتاب ”تصوف“ ہے۔ جو انہوں نے بڑی محنت اور لگن سے تحریر کی ہے، جو یقیناً تصوف کے قارئین اور مجاہدانِ صالحین کے لیے ایک خوبصورت تحریر کا اضافہ ہے۔ ناچیز نے فاضل مصنف کی اس کتاب کو مکمل تو نہیں پڑھا کیونکہ شب و روز کی تبلیغی سرگرمیوں کی وجہ بھی تھی اور دوسری وجہ میرے والد گرامی چوہدری خدا بخش (مرحوم) (جو اچانک ہمیں داغ مفارقت دے گئے، اللہ کریم صالحین اُمت اولیائے کاملین کے تصدق سے ان کی مغفرت فرمائے۔ آمین!)

تاہم کتاب کی سرخیاں دیکھیں، بہت خوشی ہوئی کہ فاضل مصنف نے بڑی حد تک کوشش کی ہے اور تصوف کی تعریف سے لے کر اس کی تاریخ تک قارئین کے لیے بہت کچھ اسی کتاب میں بیان کیا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فاضل مصنف کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور عوام الناس کے لیے اسے مستفید بنائے۔ آمین!

ڈاکٹر خورشید حسین الازہری

۲۶ جنوری ۲۰۱۲ء

کچھ مصنف کے بارے میں

از- علامہ مولانا محمد اقبال عطاری قادری

ہمارے معزز دوست حضرت علامہ مولانا حافظ قاری افضل قادری صاحب جو کہ کتاب ہذا کے مصنف ہیں ان کی سیرت کے چند یادگار گوشے سپردِ قلم کرنے کی سعی کرنے لگا ہوں۔ دعا ہے کہ اللہ عزوجل ان کے فعل میں برکتیں عطاء فرمائے!

نام مصنف: محمد افضل

تاریخ پیدائش: 15-06-1978

والد مصنف: محترم و مکرم غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ

والدہ محترمہ مصنف: محترمہ و مکرمہ نذیراں بی بی رحمۃ اللہ علیہا

گاؤں کا نام: ایمن پور احوال بجوات

ابتدائی تعلیم گورنمنٹ پرائمری سکول، ونیس اور ٹڈل سکول صدر پورہ سے حاصل کی پھر حفظ قرآن مجید اپنے ہی علاقہ کے دارالعلوم جامعہ حنفیہ رضویہ پھولکیان (بجوات) سے کیا۔ حفظ قرآن مجید کے بعد میٹرک گورنمنٹ ہائی سکول پھولکیان (بجوات) سے پاس کیا۔ اور میٹرک تک تعلیم مکمل کرنے کے بعد درس نظامی میں ستمبر ۱۹۹۸ء میں داخلہ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ سیالکوٹ کینٹ میں لیا اور ۲۰۰۴ء میں درس نظامی مکمل کیا اور اس کے بعد تنظیم المدارس سے شہادۃ العالمیہ (ایم۔ اے اسلامیات) مکمل کیا۔

تدریس (ٹیچنگ)

علامہ اقبال ہائی سکول، کینٹ سیالکوٹ

خطابت

مولانا موصوف تقریباً ۱۰ سال سے امام و خطابت کے فرائض جامع مسجد نور نبی زیر اہتمام فرکوس انڈسٹری، پکی کوٹلی، ڈسکہ روڈ، سیالکوٹ۔

بیعت و ارادت

مولانا موصوف نے بیعت پر طریقت رہبر شریعت، صاحبزادہ حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر السید مسعود السید صاحب مدظلہ العالی آستانہ عالیہ منڈیر شریف سے کی۔

اساتذہ کرام

حضرت نے جن عظیم ہستیوں سے زانوائے تلمذ کیا، ان میں عصر حاضر کی جید ہستیاں شامل ہیں۔ ان میں:

- (۱) حضرت علامہ پیر سید نذیر حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ، پرنسپل جامعہ محمدیہ غوثیہ، کینٹ سیالکوٹ
 - (۲) حضرت علامہ مولانا نور الحسن تنویر چشتی،
 - (۳) بجوات کی معروف شخصیت علامہ مرحوم فقیر حسین قادری (مرحوم)
 - (۴) حضرت علامہ مولانا ظہور احمد بروہی چشتی
 - (۵) حضرت علامہ حافظ نور الحسن چشتی
 - (۶) حضرت علامہ مولانا محمد جمیل صاحب، محمدیہ غوثیہ، کینٹ سیالکوٹ
 - (۷) حضرت علامہ خالد حسین چشتی
 - (۸) حضرت علامہ مولانا شاہد صاحب
- شامل ہیں۔

علامہ محمد اقبال قادری عطاری
پرنسپل: جامعہ صفیہ عطاریہ پکی کوٹلی
ڈسکہ روڈ، سیالکوٹ

عرضِ مؤلف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم . اما بعد!

ابتدائے آفرینش کے ساتھ ہی اللہ جل شانہ نے لوگوں کی ہدایت کا انتظام فرماتے ہوئے انبیاء کرام علیہم السلام کو دنیا میں بھیجنے کا سلسلہ شروع فرمادیا تھا، تمام انبیاء کرام علیہم السلام بھولی بسری قوم کو اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس سے روشناس کرتے، بھٹکے ہوئے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا سبق دیتے، انہیں اسی کی بارگاہ میں جھکنے کا درس دیتے، اور ظاہری اعمال کی درستگی کے ساتھ ساتھ ان کے باطنی احوال بھی سنوارتے تھے اور یہ دونوں کام انبیاء کرام علیہم السلام نے بطریق احسن نبھائے۔ چونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے مخصوص زمانوں، مخصوص خطوں اور مخصوص قوموں کی طرف مبعوث فرمایا تھا، تاہم وہ اپنے اپنے زمانے میں اللہ تعالیٰ کا پیغام حق لوگوں تک پہنچاتے رہے اور لوگوں کے ظاہر و باطن کو سنوارتے رہے۔ انبیاء کرام کا یہ سلسلہ تبلیغ و اشاعت دین اور سلسلہ تربیت احوال باطن ہمارے آقا و مولیٰ حضور اکرم، شفیع معظم، احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اختتام پذیر ہو گیا۔ حضور تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اتنا وسیع دائرہ کار دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام جہان والوں اور تا قیامت قیامت کے لوگوں کے لیے نبی ہدایت و رحمت قرار پائے۔

ان تمام پاکیزہ شخصیات نے اللہ عزوجل کے پیغام کو نہایت خلوص و محبت اور ذمہ داری کے ساتھ لوگوں تک پہنچایا اور اس پیغام حق کی عوام الناس تک پہنچانے میں کسی قسم

کی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔ چونکہ اصول قدرت ہے کہ ہر ذی روح اپنا مقررہ وقت گزارنے کے بعد راہی ملکِ عدم ہوتا ہے تو انبیاء کرام علیہم السلام بھی اسی اصول کے پیش نظر رفیقِ اعلیٰ کی بارگاہ کا سفر کرتے، تو اللہ تعالیٰ اس پیغمبر کی جگہ کسی دوسرے نبی کو مبعوث فرمادیتا تھا جو اول الذکر نبی کے سلسلہ توحید اور تحریکِ درستی احوالِ باطن کو آگے بڑھاتا، اس طرح یہ سلسلہ رشد و ہدایت بڑھتا گیا، تا آنکہ محسن کائنات، روح کائنات، حضور اکرم، نورِ مجسم، شفیعِ معظم، حضور تاجدارِ دو عالم، محبوبِ کبریا، مالکِ ہر دوسرا، تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس تک پہنچ گیا۔

حضور تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد سلسلہ بعثت انبیاء و رسل تو ختم ہو گیا، لیکن سلسلہ رشد و ہدایت ختم نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلسلہ نبوت کو ہی آگے چلا تے ہوئے اس وراثت کے نئے وارثوں کو منتخب فرمایا۔

انبیاء و رسل چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس سے فیضیاب ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذاتِ بابرکات ان کی تربیت فرماتی ہے، اس لیے انبیاء و رسل نے ظاہری اور باطنی تربیت پر محنت کی اور ”إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُورِكُمْ“..... بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور اعمال کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے اور ”فَإِنَّم تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ“..... اگر تو اسے نہیں دیکھ سکتا مگر وہ تجھے دیکھ رہا ہے، کا سبق اپنے متوسلین، معتقدین میں ایسا جاگزیں کر دیا کہ ان کے ظاہر و باطن کو حسن اعمال اور حسن احوال سے مزین کر دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کے بعد یہ سلسلہ رشد و ہدایت جو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حضور کی ذاتِ اقدس سے ڈائریکٹ پایا تھا اور اسلامی تعلیمات اور قرآن و حدیث کا جو سرمایہ ان کے پاس موجود تھا، اسے اگلی نسلوں تک منتقل کیا اور اس فریضہ کی انجام دہی کے لیے انہوں نے ہر طرح کی صلاحیتوں کو بروئے کار

لایا۔ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان نے دین اسلام کی وراثت و امانت کو تابعین کے گروہ تک پہنچانے میں انتہائی امانت داری اور دیانت داری کا مظاہرہ کیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم علم و ادب اور اسلامی تعلیمات کے ساتھ ساتھ معرفت کی بلندیوں پر بھی فائز تھے یہ الگ بات ہے کہ ان میں سے کوئی کتنا مشہور ہوا۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

حفظت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعائین فاما
احدهما فبینته واما لآخر فلو قطع هذا البلعوم ۔

(بخاری ج ۱ ص ۲۳)

”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دو طرح کے علوم سیکھے پہلا علم تو وہ ہے جو میں نے تمہارے سامنے عام طور پر بیان کر دیا ہے اور جہاں تک دوسرے علم کا تعلق ہے، اگر اسے برسر عام بیان کر دوں تو گلا کاٹ دیا جائے۔“

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اسی حدیث کے تحت بیان فرماتے ہیں کہ پہلا علم احکام و اخلاق ہے اور دوسرا علم اسرار و غوامض کا ہے جو اغیار کے لیے ناقابل ادراک ہے اور صرف اہل عرفان سے مختص ہے، یہی وہ علم تھا، یہی وہ روحانیت تھی اور یہی وہ اسرار و رموز تھے جسے بعد میں آنے والے صوفیاء نے علماء ربانیین کے ساتھ مل کر آگے امت کو منتقل کیا، جب تک دونوں علوم سینہ بسینہ چلتے رہے، ان علوم کا ارتقاء اسی طرح ہوتا رہا۔ مگر جب مدارس کی ضرورت پیش آئی اور علم الاحکام و اخلاق کی کتابیں وضع ہو گئیں تو اسرار و غوامض کے علوم کی چونکہ کتابیں تو وضع نہیں کی جاسکتی تھیں، اس لیے اس کام کو کرنے کا بیڑا صوفیاء نے اٹھایا۔ اور ہر دور میں انہوں نے عوام الناس میں سے صاحبان طلب کی من کی کھیتیوں کو اپنے فیوضات سے سرسبز و شاداب کرتے رہے۔

تابعین میں سے بھی ایسے افراد کی کثیر تعداد ہے جو علم شریعت کے ساتھ ساتھ علم

معرفت و حقیقت کے مقام پر فائز تھے۔ ان میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور بہت سے ایسے بزرگ شامل ہیں۔ اس کے بعد علماء ربانیین اور صوفیاء نے اپنے دور اور اپنے اپنے علاقوں میں اس ذمہ داری کو بطریق احسن نبھایا۔ حضور شیخ بغداد سید عبدالقادر جیلانی، امام غزالی، امام سیوطی ایسی عظیم شخصیات ہیں جن کی دینی خدمت، اسلامی اور روحانی افکار کا نہ کوئی آج تک انکار کر سکا ہے اور نہ کبھی کر سکے گا۔

برصغیر پاک و ہند جو گمراہی اور کفر، توہم پرستی اور شرک کا مرکز رہا ہے۔ اس گمراہی اور توہم پرستی سے نکالنے کے لیے علماء اور صوفیاء نے بہت اہم کردار ادا کیا، ان صوفیاء عظام میں بطور خاص حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ، حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سلطان العارفين رحمۃ اللہ علیہ، حضرت پیر بہاؤ الحسن زکریا رحمۃ اللہ علیہ جیسی ہستیاں شامل ہیں۔

موجودہ دور کے ایسے علماء جو شریعت و معرفت کا منبع ہیں، ان میں بطور خاص شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ، جن کے فیض شریعت و معرفت کو ہم نے پیکر محسوس حضرت پیر سید نذیر حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صورت میں دیکھا اور جنہوں نے اس علم شریعت و معرفت کو آگے لوگوں تک پہنچایا اور لوگوں کی سوکھی روکھی من کی کھیتوں کو سرسبز و شاداب کر دیا۔ علاوہ ازیں مرشد کریم صاحبزادہ ڈاکٹر پیر سید مسعود السید صاحب اور آپ کے آباء و اجداد جنہوں نے بھولی بسری قوم کو اللہ کی ذات سے روشناس کرانے کے ساتھ ساتھ ان کی من کی بستوں میں ایسے دیپ جلا دیئے ہیں، جو ہمیشہ روشن رہیں گے اور لوگ ان روشن چراغوں سے روشنی لے کر اپنے سن میں اجالا کرتے رہیں گے۔

ہر کوئی اپنے منصب اور اپنے مقام کی نسبت سے روشنی کے چراغ جلاتا رہا اور مشن

مصطفوی کو آگے بڑھاتا رہا۔ بقول فیض: تم بھی اپنے حصے کا دیپ جلاؤ۔

تو ہم نے بھی ایسے بڑے لوگوں، اعلیٰ مقام و منصب لوگوں کے قدموں کی خیرات حاصل کرنے کے لیے سوتر کی اٹی پکڑی ہوئی، تاکہ کہیں کسی شعیب کی نظر پڑنے کی وجہ سے یہ موم بتی کی لائٹ اک آلاؤ میں بدل جائے اور ہماری بھی بگڑی بن جائے۔

اس سچی جمیل کے لیے قدم اٹھانے سے پہلے کئی بار سوچا، آگے بڑھا مگر اس مشکل ترین موضوع پر لکھنے کی جسارت کیسے کروں، سوچ کر پھر پیچھے ہٹ جاتا، مگر ایک دن ایک ایسی شخصیت نے میرا حوصلہ بڑھایا کہ میں پوری تندہی کے ساتھ اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے نکل پڑا، تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل میری مدد و نصرت فرمائی اور الحمد للہ آج یہ کتاب مکمل ہو کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اس کوشش میں سب سے پہلے جن احباب نے میری مدد و راہنمائی فرمائی، ان میں سرفہرست مصنف کتب کثیرہ فاضل اجل علامہ مولانا محمد اقبال عطاری صاحب ہیں، جنہوں نے ہر قدم پر میری ڈھارس بندھائی اور ہر طرح کی معاونت فرمائی، ان دنوں وہ بہت مصروف تھے، لیکن اس کے باوجود وہ وقت نکال کر تشریف لاتے اور اپنے تجربات کے ساتھ ساتھ علم و آگہی سے بھی مستفیض فرماتے، حتیٰ کہ اس کتاب کے چھپوانے، کمپوز کروانے میں بھی مکمل تعاون فرمایا اور لاہور بھی خود لے کر جاتے اور واپس منگواتے، اس حوالہ سے میں ان کا جتنا بھی شکر یہ ادا کروں، یہ کم ہے۔

اس کے علاوہ پروفیسر محمد ارشد طبرانی صاحب نے بڑی شفقت فرمائی اور بار بار میری معاونت فرمائی۔ حکیم حنیف القادری صاحب نے بھی اس معاملہ میں اپنی شفقتوں سے نوازا۔

میرے وہ تمام اساتذہ جن کے لطف و کرم اور محنتوں سے میں اس قابل ہوا، ان میں قبلہ پیر سید نذیر حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، علامہ نور الحسن تنویر چشتی صاحب، علامہ ظہور احمد بروہی صاحب، علامہ حافظ نور الحسن چشتی صاحب، علامہ خالد حسین چشتی صاحب،

علامہ شاہد حسین چشتی صاحب اور بطورِ خاص جگر کوشہ قبلہ شاہ صاحب مسند جانشین حضور قبلہ شاہ صاحب حضرت علامہ پیر سید عاف بہاؤ الحق شاہ صاحب جنہوں نے دعاؤں اور کرم نوازیوں سے نوازا۔

بالخصوص پیر طریقت رہبر شریعت حضور قبلہ صاحبزادہ ڈاکٹر سید مسعود السید صاحب جن کے فیوضاتِ خاصہ سے مجھے یہ توفیق حاصل ہوئی اور اس مشمت خاک کو اس موضوع پر قلم اٹھانے کی توفیق نصیب ہوئی۔

علاوہ ازیں بہت سے ایسے دوست احباب ہیں جن کی میرے لیے نیک خواہشات تھیں ان میں حاجی عبدالرزاق صاحب (سافٹ لیڈروالے) چوہدری خالد محمود گھمن (انسپکٹر اینٹی کرپشن) چوہدری نصیر بھٹی صاحب (فیصل میرج ہال) پروفیسر مہیاں محمد اکرام (پرنسپل علامہ اقبال سکول کینٹ) چوہدری علی اصغر صاحب (رور اسپورٹس خادم علی پور سیداں شریف) جنہوں نے اپنی قیمتی مشوروں سے نوازا۔ چوہدری غلام حسین کینٹ اور الصقہ آرگنائزیشن کینٹ کے سابقہ اراکین زاویہ فاؤنڈیشن کینٹ سرکردہ رکن جناب محمد افضل بٹ صاحب فرکوس انڈسٹری کے ڈائریکٹر ان رضا صاحب چاند صاحب غلام مرتضیٰ بٹ صاحب اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ اجل و اتم میں عرض ہے کہ وہ اپنی رحمت خاصہ سے ان تمام احباب کو حصہ وافر عطاء فرمائے اور ہماری اس سعی جمیل کو اپنی بارگاہِ اقدس میں قبول فرما کر دارین میں اجر عطاء فرمائے۔ صوفیاء اور صلحاء اُمت کے فیوضات سے نوازے۔ آمین بجاہ النبی الکریم!

خاکپائے صوفیاء و علماء

محمد افضل قادری

امام و خطیب جامع مسجد نور نبی پکی کوٹلی، سیالکوٹ

26-02-2012

نعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

از حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ

الصُّبْحُ بَدَا مِنْ طُلُوعِهِ

وَاللَّيْلُ دَجَى مِنْ وَفَرْتِهِ

”صبح ظاہر ہوئی آپ (آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اور رات روشن

ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زلفوں سے پیشانی سے“

فَأَقْرُسُلًا فَضَلًا وَعُلَا

أَهْدَى السُّبُلَا لِدَلَاتِهِ

”پیش دستی لے گئے پیغمبروں سے بزرگی اور بلندی میں سیدھے ہو گئے

رستے آپ کے دکھانے سے“

كَنْزُ الْكَرَمِ مَوْلَى النِّعَمِ

هَادِي الْأُمَمِ لِشَرِيْعَتِهِ

”آپ خزانہ بخش اور صاحب نعمت کے ہیں ہدایت دکھانے والے امت

کے اپنی شریعت کے لیے“

أَزْكَى النَّسَبِ أَعْلَى الْحَسَبِ

كُلُّ الْقَرَبِ فِي خِدْمَتِهِ

”بہت پاکیزہ نسب والے بلند خاندان والے تمام عرب (جہاں) آپ کی

خدمت میں ہیں“

سَعَتِ الشَّجَرِ نَطَقَ الْحَجَرِ

شَقَّ الْقَمَرِ بِأَشَارَتِهِ

”دوڑتے آئے درخت کلام کی پتھروں نے پھٹ گیا چاند ساتھ اشارے
ان کے سے“

جَبْرِئِيلَ اتَى لَيْلَةَ أُسْرَى

وَالرَّبُّ دَعَى لِحَضْرَتِهِ

”جبریل علیہ السلام آئے رات معراج میں اور پروردگار نے بلایا ان کو اپنے
سامنے“

نَالَ السَّرْفَا وَاللَّهُ عَفَا

عَنْ مَا سَلَفَ مِنْ أُمَّتِهِ

”پہنچے بزرگوں کو اور اللہ نے معاف کیا وہ گناہ جو ہوئے امت ان کی سے“

فَمُحَمَّدٌ نَا هُوَ سَيِّدُنَا

فَالْعِزُّ لَنَا لِأَجَائَتِهِ

”پس محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ سردار ہمارے پس عزت ہے ہمارے لیے
ان کی مقبولیت سے۔“

مدح واستغاثہ آن جناب رسالت مآب ﷺ

از حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

إِنْ نَلَيْتِ يَا رِيحَ الصَّبَا يَوْمًا إِلَى أَرْضِ الْحَرَمِ

”اے بادِ صبا! اگر تیرا حرم کی زمین سے گزر رہو“

بَلِّغْ سَلَامِي رَوْضَةَ فِيهَا النَّبِيُّ الْمُحْتَرَمُ

”اس روضے میں جس میں عزت والے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، کو میرا

سلام پہنچا دینا“

مَنْ وَجَّهَهُ شَمْسَ الضُّحَى مَنْ خَدَّهُ بَدْرُ الدُّجَى

”جن کا چہرہ مبارک سورج کی طرح ہے، جن کا رخسار چاند کی طرح چمکتا

ہے“

مَنْ ذَاتُهُ نُورُ الْهُدَى مَنْ كَفَّهُ بَحْرُ الْهِمَمِ

”جن کی ذات نورِ ہدایت ہے، جن کی ہتھیلی ہمتوں کا دریا ہے“

قُرْآنُهُ بُرْهَانُنَا نَسَخًا لِأَذْيَانِ مَضَّتْ

”ان کا قرآن پاک ہمارے لیے دلیل ہے، پہلے دینوں کو منسوخ کرنے

والا ہے“

إِذْ جَاءَنَا أَحْكَامُهُ كُلُّ الصُّحُفِ صَارَ الْهَدْمُ

”جب ہمارے لیے اس کے احکام آگئے تو تمام صحیفے ختم ہو گئے“

اَكْبَادُنَا مَجْرُوحَةً مِنْ سَيْفِ هَجْرِ الْمُصْطَفَى
 ”تلواریجِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہمارے جگر زخمی ہیں“

طُوبَى لَأَهْلِ مَدِينَةٍ فِيهَا النَّبِيُّ الْمُحْتَشَمُ
 ”خوشخبری ہو مدینۃ المنورہ والوں کے لیے جن میں نبی عزت والے ہیں“

لَسْتُ بِرَاجٍ مُفْرَدًا بَلْ أَقْرَبَائِي كُلَّهُمْ

”میں اکیلا امیدوار نہیں ہوں بلکہ میرے سب رشتہ دار بھی ہیں“

بِالْحَشْرِ اشْفَعْ يَا شَفِيعَ بِالصَّادِ وَالنُّونِ الْقَلَمِ

”قیامت کے دن سفارش کرنا، اے سفارش کرنے والے! بحرمتِ صادون
 قلم کے“

يَا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ أَنْتَ شَفِيعَ الْمُدْنِيِّينَ

”اے دونوں جہانوں کی رحمت! آپ گنہگاروں کی سفارش کرنے والے
 ہیں“

أَدْرِكْ لَنَا يَوْمَ الْحَدِيثِ فَضْلًا وَجُودًا وَالْكَرَمَ

”سنجھال لیجئے ہمیں غمناک دن میں بزرگی اور کرم کے ساتھ“

يَا مُصْطَفَى يَا مُجْتَبَى اِرْحَمْ عَلَيَّ عِصْيَانَنَا

”اے برگزیدہ و پسندیدہ ہمارے گناہوں پر رحم فرما“

مَجْبُورَةٌ أَعْمَالُنَا ذَنْبًا وَطَعْمًا وَالظُّلْمَ

”ہمارے اعمال مجبور ہیں گناہ اور طمع اور ظلم سے“

يَا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ أَدْرِكْ لِيَزِينِ الْعَابِدِينَ

”اے تمام جہانوں کی رحمت زین العابدین رضی اللہ عنہ کو سنجھال لیجئے“

مَحْبُوسِ أَيْدِي الظُّلَمِيِّينَ فِي المَوْكِبَاءِ المُرْدَحَمِ

”جو قیدی ہیں ظالموں کے ہاتھ میں لڑائی بہت اڑدھام والی ہیں۔“

مقدمہ

وصال حق کے لئے تزکیہ نفس اور تصفیہ باطن کی خواہش ہر دور میں سعید روحوں کا شیوہ رہا ہے اور انسان اخلاقی و روحانی کمال کے حصول کے لئے مختلف نوعیت کی اضافی مشقیں اور مجاہدات اپناتا چلا آیا ہے چنانچہ حصول مقصد کی تگ و دو میں کبھی تو وہ جادہ اعتدال پر گامزن رہا اور کبھی افراط تفریط کا شکار ہو گیا اور وصال محبوب کی خاطر تزکیہ نفس کے لئے کی جانوالی مختلف النوع کاوشوں میں ایک مسلمہ طریق مخلوق سے بے رغبتی اور کنارہ کشی ہے جس میں افراط کی معروف صورت رہبانیت ہے۔ اہم سابقہ وصال حق کے جادہ پیماؤں نے جب یہ محسوس کیا کہ وہ معمولات حیات اور دنیاوی مشاغل و مصروفیات جاری رکھتے ہوئے اپنی منزل کو نہیں پاسکتے اور نفس کی غفلتیں اور سماجی ذمہ داریوں کی الجھنیں انہیں وہ محنت و مشقت اور مجاہدہ نہیں کرنے دیتیں جو معرفت الہی اور وصال محبوب کے لئے ضروری ہے تو انہوں نے لذات نفسانی اور علاقہ دینوی سے کنارہ کشی کی راہ اپنائی۔ سماجی ذمہ داریوں سے راہ فرار اختیار کرتے ہوئے انہوں نے جنگلوں اور ویرانوں کا رخ کیا۔ بیوی بچوں اور معاشرتی زندگی کی دیگر مصروفیات سے منہ موڑ کر غاروں کی خلوتوں اور کھوہوں کی تنہائیوں میں جا ڈیرہ لگایا اور وہیں رہ کر کثرت عبادت و مجاہدہ بلکہ نفس کشی کے ذریعے وصال حق کی جستجو کرنے لگے۔ قرآن نے اس تصور حیات کو رہبانیت کا نام دیا ہے۔

وصال محبوب کے لئے کی جانوالی کوششوں کو یعنی مجاہدہ و ریاضت تزکیہ و تصفیہ باطن کو اسلام نے تصوف کا نام دیا ہے۔ یعنی صوفیاء کا وہ راستہ جس پر چل کر وہ اللہ تعالیٰ کی

معرفت کو حاصل کرتے ہیں۔ بعض لوگوں نے تصوف کے اس راستے کو رہبانیت ذاتی تسکین اور دیگر کئی قسم کے اعتراضات لگائے۔ اس کتاب میں ہم نے تصوف کو اسلامی نقطہ نظر سے پیش کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ تصوف پر ہونیوالے اعتراضات کا ازالہ ہو سکے اور مثلاً شیان حق شرعی اصولوں پر عمل پیرا ہو کر اپنے مولا کی معرفت حاصل کریں۔

اس سعی میں میرے ساتھ تعاون کرنیوالوں میں۔ میرے استاد محترم علامہ مولانا نور الحسن چشتی صاحب جنہوں نے مجھے کتب فراہم کیں اور میرے ساتھ مکمل تعاون فرمایا۔ پروفیسر محمد ارشد طہرانی صاحب حکیم محمد حنیف القادری صاحب انہوں نے بھی تعاون فرما کر میری ڈھارس بندھائی جبکہ دعا گو ساتھیوں میں جناب مرتضیٰ بٹ صاحب چودھری غلام حسین (کینٹ) نے دعاؤں سے نوازا۔

میری اپنے مولا کی بارگاہ میں التجا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سعی حقیر کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نواز کر ہم سب کی بخشش و مغفرت فرمائے اور امت مسلمہ کے احوال پر کرم فرمائے اور مثلاً شیان حق کو ان کی کاوشوں میں کامیاب فرمائے۔



تعریف تصوف اور تاریخ تصوف

ہر صوفی کے نزدیک تصوف کا مفہوم وہی ہے جس پر اس نے اپنی ذاتی زندگی میں عمل پیرا ہونے کی کوشش کی اور جو نتائج اور فوائد اس کو حاصل ہوئے (اسے تصوف کا نام دیا گیا)

اگر ان مختلف تعریفوں کو یکجا کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب مرتب ہو جاتی ہے۔ ایسے میں بہتر یہی معلوم ہوتا ہے کہ چند مختصر الفاظ میں اس کا مفہوم سمجھنے کی کوشش کی جائے۔

مقصود ذات خداوندی

تصوف عملی طور پر وہ طریقہ حیات ہے جس پر چل کر ذات خداوندی سے بلا واسطہ رابطہ پیدا ہو۔ اس رابطے کے حصول کے لئے ہر صوفی کو چند نفسیاتی تجربات سے خود کو گزارنا پڑتا ہے۔ یہ تجربات اور وارداتیں مختلف صوفیاء کے نزدیک مختلف ہیں (بلا امتیاز مذہب و ملت) اور صوفیاء اسے اپنا بہترین سرمایہ حیات تصور کرتے ہیں جن کی بنا پر انہیں حقائق حیات اور ذات خداوندی کے وجود پر یقین و اثق پیدا ہوتا۔

ان صوفیاء کا یہ علم کتابی یا بالواسطہ نہیں بلکہ ان کے اپنے تجربات مشاہدات اور نفس کی گہرائیوں اور قلبی وارداتوں کی کوکھ سے ابھرتا ہے جسے مشاہدہ اور کشف کے نام سے موسوم کیا جاسکتا ہے۔

ایک فکری الجھن

جب صوفیاء کے تجربات مشاہدات اور واردات قلب الفاظ اور بیان کا جامہ پہنتے

ہیں تو نہ صرف ایک عام قاری بلکہ بسا اوقات صوفی اور حکماء کے لئے بھی ایک الجھن کا باعث بن جاتے ہیں۔

جب ان صوفیاء کے بیانات کا گہرا مطالعہ کیا جاتا ہے تو مختلف قسم کے تضادات ابھر کر سامنے آنے لگتے ہیں۔

(۱) خدا اور انسانوں کے درمیان کس قسم کا تعلق ہے۔

(۲) وحدت اور کثرت کے ڈانڈے کس جگہ اور کس طرح ملتے ہیں۔

(۳) فانی انسان لا فانی ہستی کا کس طرح مشاہدہ کر سکتا ہے۔

(۴) ایک محتاج محدود وسائل اور ادراک و فہم رکھنے والا انسان ایک غنی اور لامحدود

علم کی مالک ہستی سے کیسے واصل ہو سکتا ہے۔

اور اسی نوعیت کے بے شمار سوالات پر وہ ذہن پر نمودار ہوتے ہیں۔

ہر چند کے متعلقہ صوفی کے تجربات و مشاہدات ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر سہی

مگر جب ان تجربات کو انسانی زبان میں ادا کیا جاتا ہے تو ان تجربات کی نوعیت اور

ماہیت واضح ہونے کی بجائے مبہم ہو جاتی ہے۔

ہمچانکہ ہر کسے را ہرقت می کند موصوف غیبی را صفت

فلسفی از نوع دیگر کرد شرح با حشہ سرگفت او را کرد جرح

ایں حقیقت داں نہ حق اندایں ہمہ

نے بکلی گمراہ اندریں ہمہ

جب بھی اس حقیقت مطلقہ کو الفاظ کا جامہ پہنایا جائے گا تو اس کا کوئی نہ کوئی پہلو

نظروں سے غائب ہو جائے گا۔

اور یوں صداقت میں کذب کی آمیزش ہو کر نزاع اور اختلافات کا دروازہ کھل

جاتا ہے۔

انہی مشکلات سے بچنے کے لئے صوفیاء نے ذات خداوندی کے لئے؟؟ صفات

منسوب کرنے کی کوشش شروع کیں اور معاملہ یہاں تک پہنچا کہ اس حقیقت مطلقہ کے لئے ”نیستی کا نام دیا جانے لگا“ اور ابن عربی اور عبدالکریم الجیلی کے ہاں ”الاعماء“ اور عدم محض کے ناموں سے موسوم کیا گیا۔

یہ صوفیانہ تجربات کو عقلی اصطلاحات میں پیش کرنے کا لازمی نتیجہ تھا۔

حقیقت حال، تصوف اور مذہب

ہرچہ اندیشی پذیرائے فنا است

آنچہ در اندیشہ نایداں خدا است

لیکن صورت حقیقی یہ ہے کہ تصوف محض چند نفسیاتی تجربات تک محدود نہیں اگرچہ صوفیا کے تجربات و مشاہدات کا درجہ اس میں بہت اہم ہے لیکن یہ کوئی ایسا نظام نہیں جس کا کوئی تعلق یا رشتہ مذہب سے نہ ہو۔

ہاں البتہ تصوف مذہب کی زندگی کے کس مرحلے پر نمودار ہوتا ہے۔ یہ سوال کافی اہم ہے اور دلچسپ بھی۔

لیکن مذہب کی تعلیمات کی روشنی میں اس سوال کا جواب آسانی سے دیا جاسکتا ہے کہ تصوف اس کیفیت کا نام ہے۔

”جب انسان خدا کے ساتھ بلا واسطہ تعلق قائم کرنے میں کوئی خارجی یا داخلی رکاوٹ محسوس نہیں کرتا“۔

اس کیفیت کو پائے بغیر تصوف کی طرف رجحان پیدا نہیں ہوتا۔

تصوف بین المذاہب

اس میں کوئی شک نہیں کہ چند بنیادی تصورات صوفیاء کے ہاں مشترک پائے جاتے ہیں لیکن اس کے باوجود اسلامی تصوف کو عیسائی تصوف، یہودی تصوف سے جدا کر کے آسانی سے سمجھا جاسکتا ہے یا یوں کہئے کہ یہ تمام ایک دوسرے سے آسانی سے متمیز

کے جاسکتے ہیں۔

جہاں کہیں تصوف کو ایک عمومی تحریک کے طور پر سمجھا جاتا ہے اس کی بنیادی وجہ تصوف کا وحدت و جودی نظریہ کی مماثلت ہے جہاں کہیں وحدت و جودی نظریہ پیش کیا جاتا ہے وہیں خاص مذہبی اور سماجی روایات سے بالاتر ہو کر تصوف کی ایسی شکل و صورت سامنے آتی ہے جس میں اختلاف کی بجائے یکسانیت پائی جاتی ہے۔

نظریہ وحدت و جودی سے ہٹ کر مذہب میں بھی تصوف نظر آئے گا وہ اپنے مذہبی ماحول مذہبی روایات اور اصول و ضوابط کا پابند بلکہ ان کا عکس ہوگا لیکن اس کے باوجود یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہم مذہب اور تصوف کو ایک دوسرے سے متمیز کرتے اور کر سکتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے حالات بائبل اور قرآن مجید میں تفصیل سے مذکور ہیں۔ ان کے تجربات مشاہدات اور واردات قلبی تصوف کے دائرہ میں آتے ہیں لیکن ان کو کوئی صوفی نہیں کہتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مطالبہ رَبِّ اَرِنِیْ اور لَنْ تَرٰنِیْ کے جواب میں نہ تو قوم موسیٰ علیہ السلام کے لئے شریعت موسوی کے لئے کا کوئی اصول بیان کیا جا رہا ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اوامر و نواہی کا بیان ہے۔

یہ سیدھی سادھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے ملاقات اور دیکھنے کی خواہش کا اظہار ہے اور اللہ رب العزت کا جواب گو خدا اور اسکے برگزیدہ پیغمبر کے درمیان مکالمہ ہے! بس یہی صوفی کی معراج ہوتی ہے کہ اسے رب سے اس قسم کے مکالمہ کا کسی نہ کسی انداز میں موقع نصیب ہو جائے۔

وہ کشف ہو۔ یا الہام یا القا جو اس کی روحانی تسکین کا سبب بنتا ہے! جذبات و عمل کے داعیات کی تسکین کا سامان ہمیشہ صوفیاء کا مقصود ہوتا ہے۔ ہر چیز کہ ایمان بالغیب سے ایک شخص کی مومنانہ زندگی کا آغاز ہوتا ہے لیکن اللہ رب العزت کی ذات سے جذبہ

محبت و الفت اس مادی دنیائے تمام حجابات اٹھا کر خدا کے جمال کا متمنی رہتا ہے تاکہ فہم ذات خداوندی کا ادراک اتنا گہرا اتنا ہمہ گیر اور اتنا واضح ہو جائے کہ ریب و شک کا شائبہ تک باقی نہ رہے اور اطمینان قلب کی دولت نصیب ہو کہ سولی پر چڑھ کر بھی اس کے بے نقاب جلوؤں کا نظارہ کرتا ہے۔

گہرے اندھے کنویں میں گرادیا جائے یا آسمان سے باتیں کرتے شعلوں میں جھونک دیا جائے مگر شوق دیدار الہی میں ایسا گر ہو کہ دنیاوی مصائب و آلام محبت اور محبوب حقیقی کے تعلق میں ذرہ برابر دوئی پیدا نہ کر سکیں۔

رَبِّ اَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتِي كَيْفَ تَحْيِي الْمَوْتِي کے مطالبہ میں ہرگز ہرگز یہ بات پوشیدہ نہیں۔ یہ خدا کے موت و حیات کے قادر ہونے پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کوئی شک و شبہ تھا بلکہ خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جواب وَلٰكِنْ لَيَطْمَئِنُّ قَلْبِيْ اِذَا رَاٰ اٰیٰتِكَ اَنْتَ اَنْتَ الَّذِيْ تَخْلُقُ مَا تَشَاءُ كَيْفَ تَشَاءُ کی اس داخلی کیفیت کا اظہار کرتا ہے کہ وہ خدا کی حقیقتِ خلاقیت کا مشاہدہ کر کے اپنے قلبی اطمینان کو مزید تقویت دینا چاہتے تھے۔ اگر ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مذکورہ دونوں مثالوں کو سامنے رکھیں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ انساں جیسی ہستیاں بھی جو براہ راست وحی الہی کے ذریعے ”ایمان بالغیب“ پر قائم ہوتی ہیں ان کے نزدیک بھی مقصود کا ادراک و مشاہدہ ان کی اولین تمنا ہوتی ہے تاکہ نفس مطمئنہ کی دولت سے مالا مال رہیں اور اللہ پاک اپنی ان برگزیدہ اور چنیدہ ہستیوں کو (ان کے حسب حال) اس سے محروم نہیں رکھتے جسے شرعی اصطلاح میں معراج کہا گیا ہے۔

تصوف مذہب سے جدا نہیں

مذکورہ حالات ایسے ہیں جن کے زیر اثر کسی مذہب اور خاص کر توحیدی مذاہب میں تصوف نمودار ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر تصوف کے متعلق یہ نظریہ پیش کیا گیا ہے کہ ہر مذہب اپنے حقیقی معنوں میں تصوف ہی ہے یا تصوف پر مبنی ہے۔

صوفیاء کے تجربات مشاہدات اور ان کے واردات قلبی اور انبیاء علیہم السلام کی

خواہش دیدار الہی یا ہمکلامی سے مراد خدا سے بلا واسطہ تعلق کا احساس ہے تو ہر مذہب کی بنیادیں درحقیقت یہی فکر کار فرما ہے کیونکہ جہاں خدا اور بندے کے درمیان جذبہ محبت و اتحاد اور خواہش ملاقات موجود نہیں وہ مذہب محض چیز بے جان رسومات کا مجموعہ ہو سکتا ہے لیکن مذہب نہیں۔

لیکن مذہب اور تصوف کی ان مشترک اقدار کے باوجود مذہب کو تصوف سے اور تصوف کو مذہب سے جدا کر کے بھی سمجھا جاسکتا ہے اور سمجھا جا رہا ہے۔

☆ کیا تصوف تلاش حق کا کوئی خفیہ راستہ ہے۔

☆ کیا تصوف کسی کا ذاتی داخلی یا جذباتی معاملہ ہے۔

☆ کیا تصوف سے تعمیر شخصیت بھی ہوتی ہے۔

☆ کیا تصوف سماج سے کٹ کر محض تسکین ذات کا نام ہے۔

☆ شریعت اسلامی میں تصوف کا کیا مقام ہے۔

تاریخ تصوف اور تعریف تصوف کی بحث کو سمیٹتے ہوئے مندرجہ بالا سوالات کے

وجابات جاننا ضروری ہے۔

ہم ان تمام سوالات کو ایک سوال میں پروٹیں تو اس کی شکل و صورت یوں ہوگی۔

تصوف اور اسلام کا تحقیقی اور تجرباتی مطالعہ

انسان اور خدا کے درمیان ایک ناقابل شکست دیوار حائل ہے اور وہ یہ کہ خدا، خالق، قادر مطلق، محیط کل علیم و حکیم بالذات ہے اور دوسری طرف انسان جو اپنی داخلی اور خارجی زندگی میں محدود اور کمزور اور بتدریج اس کی جسمانی صلاحیتیں زوال پذیری کی خاصیت رکھتی ہیں۔

خدا اور بندے کے درمیان ذات و صفات میں کوئی مماثلت نہیں بلکہ بعد المشرقین موجود ہے۔ یہ فرق اور اختلاف اتنا نمایاں ہے کہ انسان بغیر کسی رہنمائی کے نہ خارجی زندگی کے نشیب و فراز پر قابو پانے کی صلاحیت رکھتا ہے اور نہ داخلی۔

عرض ایک طرف مطلق طاقت اور علم کی انتہا دوسری طرف کمال عجز اور انتہائی پستی..... یہ تصور شروع سے ہی مذہب کی جان ہے۔

لیکن جب ہم شریعت اسلامی کا سیرت و کردار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں مطالعہ کرتے ہیں تو جہاں مذہب خدا اور بندے کے درمیان اس قسم کی دوئی اور فرق بیان کرتا ہے وہاں وہ اس دوئی کو پائنے کا آسان ترین ذریعہ بھی پیش کرتا ہے۔

خدا اور انسان کی دوئی وجودی حیثیت سے ہے یعنی خدا اور انسان دو علیحدہ علیحدہ وجود ہیں جن میں ذات و صفات کے لحاظ سے کوئی مماثلت نہیں ہے لیکن جب ہم اس سطح کو چھوڑ کر اخلاق کی دنیا میں آتے ہیں تو یہ قادر مطلق محیط کل اور علیم و حکیم ذات انسان کے لئے ایک نصیب العین وضع کرتی پھر ایک انسان ایک رہنما ایک رفیق ہر انسان کو صحیح راستہ دکھانے اور مشکلات میں مدد دینے کے لئے اپنے کردار و عمل کی شمع روشن کرتا ہے جس کی روشنی میں انسان اس دوئی کو باٹنے کے لئے سراپہ عمل بن جاتا ہے اس کا ذریعہ وحی الہی ہوتا ہے اور وہ ذات نبی یا پیغمبر بن کر خدا کو پانے یا وصل الہی کی منزل کی طرف بندے کی رہنمائی کرتی ہے۔

انبیاء علیہم السلام انسان کو عبادت کے ذریعے قرب الہی کی منزلیں طے کراتے ہیں پھر وقت آیا "اَتَّهَبْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي" کے پیغام کے ساتھ اسلام کی تعلیمات پوری جامعیت اور اکملیت کے ساتھ جلوہ گر ہوئیں اور پیغمبر اسلام نے انسان کے داخلی اور خارجی تمام تر ضروریات کی تکمیل کے لئے عبادات اور معاملات کا جامع پروگرام دیا اور قیامت تک کے آنیوالے انسانوں کے لئے اپنے کردار و عمل کا ایک ایسا مریوطہ اسوہ حسنہ بطور قابل تقلید نمونہ بخشا۔ چودہ صدیاں بیت جانے کے باوجود دھرتی کے کسی ایک شخص نے بھی آقا علیہ السلام کے کسی ایک قول فعل یا عمل کو ناقابل عمل نہیں گردانا۔

اخلاق مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تصوف

اسلام کے علاوہ دنیا کے تمام دیگر توحیدی مذاہب میں تصوف کو محض ایک فرد واحد

کی ذاتی اور داخلی زندگی کا معاملہ قرار دیا گیا ہے جس میں وہ محض ذاتی تسکین کا سامان کرتا ہے۔ سماجی اور معاشرتی زندگی سے اس کا کوئی سروکار نہیں ہے۔

اس کے برعکس اسلام تصوف کو فرد کی ذاتی زندگی کا معاملہ ہی نہیں بلکہ اس کی پوری زندگی میں محیط دیکھنا چاہتا ہے۔

مذکورہ بحث کو اگر حدیث جبرائیل کے تناظر میں دیکھا جائے تو بہت سارے اعتراض حل ہو جاتے ہیں جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”جبرائیل علیہ السلام نے سوال کیا کہا ایمان کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تو اللہ پر اس کے فرشتوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور تو مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنے پر یقین رکھے۔ پوچھا گیا اسلام کیا ہے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت کرے اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرائے اور نماز قائم کرے۔ فرض زکوٰۃ ادا کرے اور رمضان المبارک کے روزے رکھے۔ پھر سوال کیا گیا کہ احسان کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: احسان یہ ہے کہ تو اس طرح خدا کی عبادت کرے کہ گویا تو خدا کو دیکھ رہا ہے پس اگر تو خدا کو نہیں دیکھ رہا تو یہ خیال رکھے کہ خدا تجھے دیکھ رہا ہے۔ (صحیح البخاری، ۱۲:۱)

مذکورہ حدیث میں مرد مومن کے تین درجات بیان کئے گئے ہیں۔

ایمان، اسلامی احسان، ایمان و اسلام عقیدہ و عمل کا نام ہے۔ احسان اس سے ماوراء ایک مقام ہے جیسے ”اصطلاح حدیث“ میں احسان سے تعبیر کیا گیا ہے۔

احسان کا یہ مقام معنی ”تو خدا کو دیکھ رہا ہے یا خدا تجھے دیکھ رہا ہے“۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اسے ہی سلوک و تصوف اور طریقت کا نام دیتے ہیں۔

اسلام میں عبادت کا لفظ ہمہ گیر معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ (معلومات ۴: ۴۴)

”ہر وہ کام جسے اللہ تعالیٰ نے بجالانے کا حکم دیا ہے اسے بجالانا اور جس سے منع کیا

ہے اس سے رکے رہنا عبادت کے ذیل میں شمار ہوتا ہے۔“

مندرجہ بالا حدیث پاک کی رو سے جب انسان کی نگاہ ہر لحظہ خالق پر رہے گی کہ کوئی اسے دیکھ رہا ہے اور جب یہ تصور قلب و نگاہ میں بس جائے اور پختہ ہو جائے تو پھر یہ نسبت ہر لحظہ غالب رہتی ہے۔

”کہ جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے۔“

تو پھر انسان بدی سے اور کار بد سے بچا رہتا ہے کیونکہ وصال محبوب کے لمحات میں ہمہ وقت رہنے والا بھلا کب بدی کی طرف راغب ہو سکتا ہے۔ یوں تصوف اس کی داخلی زندگی سے نکل کر اس کے خارجی ماحول پر خوشگوار اثرات مرتب کرے گا جس سے سماج میں نیکی کی خوشبو پھیلے گی۔ بے غرضی اور اخلاص کا ماحول پیدا ہوگا۔

چونکہ تصوف عرفی معنوں میں حقیقت اشیاء یا حقیقت اعمال تک پہنچنے کا نام ہے اس لئے تصوف کی دنیا میں ظاہری اعمال اور ظاہری شکل و صورت کی بجائے ”مقصد عمل“ پیش نظر ہوتا ہے اس کی بنیاد اسلام کے اس اصول پر رکھی جاسکتی ہے۔

حدیث قدسی:

ان اللہ لا ينظر الى صوركم ولا اعمالكم ولكن ينظر الى قلوبكم

بے شک اللہ تعالیٰ نہ تمہاری صورتوں کو دیکھتا ہے اور نہ تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے بلکہ وہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے۔

یہ حدیث پاک اسلامی تصوف کی بڑی جامع تصویر کشی کرتی ہے۔



تصوف

تصوف بنیادی طور پر نہ تو ذکر و اذکار کا نام ہے اور نہ ہی خاص طور و اطوار کا نام ہے بلکہ یہ اس کی شاخیں ہیں۔ اصل میں تصوف انسان کے اندر بنیادی سطح پر ایسی تبدیلی کرنا مقصود ہے جو انسان کے جملہ خصائل رذیلہ یکسر بدل کر اسے روحانی اقدار کا پیکر بنا دے۔

تصوف کا واسطہ معاملات اور عبادات سے ہے۔ معاملات اور عبادات میں دو چیزیں ہوتی ہیں۔

۱- منجیات ۲- مہلکات

۱- منجیات

ایسی چیزیں یا ایسا راستہ جس پر چل کر انسان نجات پاتا ہے اور جنت کا مستحق قرار پاتا ہے۔

۲- مہلکات

ایسی چیزیں جو انسان کو گمراہی و ہلاکت اور تباہی و بربادی کی طرف لے جاتی ہیں۔ صحیح الفکر انسان منجیات کو ترجیح دیتا ہے اور مہلکات سے پرہیز کرتا ہے اور یہ بات انسان کی فطرت میں ودیعت کر دی گئی ہے کہ وہ منجیات کا طالب رہتا ہے اور مہلکات سے بچتا ہے۔

جنت کائناتوں میں گھری ہوئی ہے

جبکہ دوزخ لذتوں میں گھری ہوئی ہے

جو لوگ لذتوں کی طرف بے محابہ پڑھ جاتے ہیں وہ مہلکات میں پھنسنے جاتے ہیں اور جو پوری قوت سے بچ جانے کی کوشش کرتے ہیں وہ نجات پا جاتے ہیں۔ چونکہ انسان مذموم اور محمود دونوں قصائل کا مجموعہ ہے مگر مذموم خصائل و رذائل کو زیر کرنا کمال انسانیت ہے۔

نیکی جب انسان کی جبلت بن جائے اور نیکی سے اسے حد درجہ پیار و محبت ہو جائے تو اصل میں یہ نیکی ہے اور نیکی کا راستہ ہے اور اسی طرح بدی سے بچنا انسان کی سرشت میں شامل ہو جاتی اور بدی انسان کی شخصیت کے قریب بھی نہ پھڑکے تو یہی انسان روحانی اقدار کا پیکر بن جاتا ہے اور مکارم اخلاق کا نمونہ نظر آنے لگتا ہے۔ اسی کو تصوف کہتے ہیں۔

حضرت سید شیخ عبدالقادر جیلانی غوث اعظم کا فرمان

والتصوف ما اخذ من القليل والقال ولكن اخذ من الجوع

وقطع المعروفات والمحسنات

تصوف گفتگو نہیں (قیل وقال نہیں ہے) یہ بھوک ہے اور عمدہ چیزوں کا

ترک ہے۔

آپ تصوف کے لئے آٹھ چیزوں کو لازمی قرار دیتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سخا

حضرت اسحاق علیہ السلام کی رضا

حضرت ایوب علیہا السلام کا صبر

حضرت زکریا علیہ السلام کا اشارہ

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی طرح غیر شادی شدہ ہونا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا موٹا لباس پہننا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سیاحت

اور محبوب خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فقر

(فتوح الغیب، بحوالہ حقیقت تصوف از قاضی حمید فضلی، ص ۷۰)

تصوف لغت کے اعتبار سے

تصوف کا لفظ تفعیل کے باب سے ہے اور عربی میں تفعیل تکلف کا تقاضا کرتا ہے۔
تصوف اصل ہے اور اس کی فرع متصوف ہے اور ان دونوں میں فرق لغت کے اعتبار
سے واضح ہے۔

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری صاحب فرماتے ہیں:

الصفاء وایة ولہا آیة وروایة والتصوف حکایة للصفاء بلا

شکایة (کشف المحجوب، ص ۵۵)

یعنی صفائے باطن ولایت ہے اور اس کی علامت اور روایت ہے اور تصوف
بلاشبہ صفائی قلب کی حکایت ہے۔

حضرت داتا گنج بخش مخدوم علی ہجویری اپنی شہرہ آفاق تصنیف کشف المحجوب میں شیخ
خضری کا یہ قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

التصوف صفاء السرین کدورة المخالفة

باطن کو مخالفت حق کی کدورت اور سیاہی سے پاک اور صاف کر دینے کا نام
تصوف ہے۔

حضرت داتا صاحب رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں: اہل تصوف تین طرح کے ہوتے

ہیں۔

۱- صوفی ۲- متصوف ۳- مستصوف

۱- صوفی

صوفی وہ ہوتا ہے جو اپنی ذات کو فنا کر چکا ہو اور حق کے ساتھ باقی ہو۔ وہ طبعی تقاضوں سے چھٹکارا حاصل کر کے حق کے ساتھ ملا ہوا ہو۔

۲- متصوف

متصوف وہ ہے جو مجاہدہ اور ریاضت کے ذریعے اس درجہ صوفی کا متلاشی ہو اور اسی طلب میں وہ معاملات بھی درست رکھتا ہو جو حقیقی صوفی کی طرح ہو۔

۳- مستصوف

مستصوف وہ ہوتا ہے جو مال و جاہ اور فقط دنیا کے لئے ان لوگوں کی طرح بنا پھرتا ہے۔ اسے حقیقت تصوف سے کوئی خبر نہیں ہوتی۔ صوفیاء نے اس کے متعلق کہا ہے:

المستصوف عند الصوفیہ كالذباب

مستصوف صوفیاء کے نزدیک مکھی کی طرح ہوتا ہے اور دوسرے لوگوں کے

نزدیک وہ مراد رکھانے والے بھیڑے کی طرح ہوتا ہے۔

پس صوفی واصل بحق ہوتا ہے۔ متصوف اصول تصوف پر چلنے والا ہوتا ہے اور

مستصوف بالکل بیہودہ اور فضول ہوتا ہے۔ (کشف المحجوب ص ۷۷، حقیقت تصوف ص ۶۶)

صاحب المنجد کی تصوف کے بارے میں شرح

صفی ای تصفۃ الشی وجعلہ صافیا

صفی سے مراد کسی شے کو صاف اور اجلا کر دینا ہے۔ (المنجد تحت مادہ صفا)

جو شخص اللہ تعالیٰ کی محبت کے ذریعہ صاف ہو جاتا ہے اس کو صافی اور جس کو محبوب

حقیقی صاف کر دے اس کو صوفی کہتے ہیں یعنی جو آدمی محبت خداوندی کی وجہ سے نفسانی

آلائشوں اور اخلاق رذیلہ سے پاک ہو جاتا ہے اس کو صافی کہتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی

محبت میں گم ہو جائے اور شدت محبت کی وجہ سے ماسوکی اللہ سے منہ موڑے اور ان سے

بیزاری کا اظہار کرے وہ صوفی ہے۔

۱- الصفا

بعض علماء نے لفظ تصوف سے مشتق مانا ہے۔ اگر تصوف قول الصفا سے مشتق ہو تو اس سے مراد ایسی زندگی ہوتی ہے جس میں انسان تمام گناہوں کی آلودگیوں تمام رذائل سے بچ کر اپنے قلب کو صاف و شفاف رکھتا ہے۔ جب تمام نافرمانیوں سے اور غفلتوں سے بچ کر انسان اپنے قلب کو صیقل کو لیتا ہے تو پھر ایسا دل چونکہ صاف اور شفاف ہوتا ہے اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کے انوار کا جلوہ گاہ بن جاتا ہے۔

جیسا کہ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

جب کوئی بندہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ مرتسم ہو جاتا ہے پھر اگر وہ توبہ کرے اور گریہ و زاری کرے تو اس کا دل سیاہی سے صیقل ہو جاتا ہے۔ اگر وہ معصیت میں زیادتی کرے تو اس پر سیاہی کا اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہی وہ سیاہی ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کیا۔

كَأَبْلُ سَكَنَهُ رَانَ عَلَيَّ قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝

ہرگز ایسا نہیں بلکہ (اصل وجہ ان کے تکذیب کی یہ ہے کہ) ان کے دلوں پر

ان کے اعمال بد کا زنگ بیٹھ گیا ہے۔ (سورۃ المطففین)

ارشاد گرامی کا مفہوم یہ ہے کہ مسلسل گناہوں سے معصیت اور نافرمانی سے لوح قلب پر سیاہی پھیلتے پھیلتے مکمل طور پر چھا جاتی ہے جس کی وجہ سے اس کا دل ظلمت کدہ بن جاتا ہے۔ اس کا ضمیر مردہ ہو جاتا ہے۔ اچھائی اور بری کی تمیز نہیں رہتی اس کی قوت فیصلہ اتنی کمزور ہو جاتی ہے کہ وہ برائی کو برائی بھی نہیں سمجھتا۔ نتیجتاً اس کے قلب و ضمیر پر موت طاری ہو جاتی ہے۔

جبکہ ایسا آدمی جو نیکی اور بھلائی کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور مسلسل گناہوں سے بچتا ہے تو اس کے دل پر ایک نور کا نقطہ لگ جاتا ہے حتیٰ کہ نیکیاں کرتے کرتے اس کا دل مکمل

طور پر نور علی نور ہو جاتا ہے تو پس ایسا شخص نس نے اپنے دل کو آلودگیوں سے پاک کر لیا اور اپنے نفس کو رذائل اخلاق کی تاریکیوں سے منزہ کر لیا ایسی صورت کو تصوف کا نام دیا جاتا ہے اور اس شخص کا دل اللہ تعالیٰ کے اسرار اور انوار کا مرکز بن جاتا ہے۔

قول ثانی

اس مادہ تصوف کے اعتبار سے بندے کے اندر حد درجہ اخلاص اور صدق آ جاتا ہے کہ دینوی اعتبار سے آنیوالی ہر مصیبت اور پریشانی کا مقابلہ کرتا ہے اور کسی بھی بڑے سے بڑے آمر کے سامنے سر نہیں جھکاتا بلکہ اپنی جبین اگر خم کرتا ہے تو اپنے مالک حقیقی کے سامنے جھکاتا ہے۔ وہ دنیا کے سارے رشتے توڑ کر اسی سے لو لگاتا ہے اور اپنا رشتہ اسی سے جوڑتا ہے۔ اس کے سارے کام اس کی زندگی کا لمحہ لمحہ اس طرح گزرتا ہے کہ وہ رضائے الہی اور منتائے خداوندی کو پالے۔ چونکہ وہ مقام رضا پر فائز ہوتا ہے اس لیے وہ بڑی سے بڑی مشکل کا خندہ پیشانی سے سامنا کرتا ہے۔ ایسی صورت میں اسے اخلاص نامہ حاصل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا سے حاصل ہوتی ہے۔

قول ثالث الصوف

اس سے مراد ہے کہ رونی لباس پہننا اور ادنیٰ لباس چونکہ کھردار ہوتا ہے اور ایسا لباس پہننے سے مراد ہے کہ دینوی لذتوں اور جسمانی راحتوں سے کنارہ کشی کی علامت ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایسا شخص عاجز اور نڈل ہو کر پیش ہوتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کو تمام عبادتوں سے پسندیدہ ہے کہ کوئی اس کی بارگاہ کا عاجز و فقیر رہے۔ ادنیٰ لباس پہننا انبیاء کی سنت ہے بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی ثابت ہے۔

عن انس بن مالک قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم یجیب دعوة العبد ویرکب اطمار ویس الصوف

انس بن مالک سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غلام کی دعوت

قبول فرمالتے۔ گدھے پر سواری فرمالتے اور صوف کا لباس زیب تن فرمایا

کرتے تھے۔ (عوارف المعارف، ص ۲۰۰)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لقد ادرکن سبعین بدریا لباسهم الصوف (عوارف المعارف، ص ۲۰۰)

میں نے ستر بدری صحابہ کو دیکھا کہ ان کا لباس صوف تھا۔

چونکہ یہی لباس تھا جسے تابعین اور تبع تابعین کے دور میں نیک بندگان خدا نے

سنت انبیاء اور صحابی کی پیروی میں ازراہ عجز و انکساری اپنایا تھا اور اسی لباس کی نسبت سے

انہیں صوفیاء کہا جانے لگا اور اس طریقہ زندگی کو جو محبوب حقیقی کے ساتھ سچی لو لگا کر اس کی

محبت میں فنا ہو جانے سے تشکیل پایا تصوف کا نام دیا جانے لگا۔

گویا لذات جسمانی سے کنارہ کش ہو کر اور علائق دنیوی سے دستبرداری کے ساتھ

ساتھ محبوب حقیقی کی بارگاہ میں ظاہراً اور باطناً عجز و انکساری اور تواضع و تذلل سے عبارت

طرز زندگی کو تصوف کا نام دیا گیا۔

قول رابع الصوف

تصوف کو چوتھے مادہ اشتقاق الصوف سے مشتق مانا جائے تو لوح ذہن پر محبوب

حقیقی سے محبت میں کامل یکسوئی اور انہماک و استغراق کا تصور ابھرتا ہے تو چونکہ صوفیاء اس

اعتبار سے وہ اللہ کی محبت میں فنا ہو جاتے ہیں۔ وہ ہر وقت اپنے مولا کے حضور کیفیت

جذب میں رہتے ہیں اور دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو کر اسی سے لو لگاتے ہیں ان پر احوال

باطنی کھل جاتے ہیں۔ ان کے لوح قلب پر ہر غیر کا نقش مٹ چکا ہوتا ہے اور ان کے

نہاں خانہ دل میں سوائے محبوب حقیقی کے غیر کے تصور تک کا گزر محال ہوتا ہے۔

ایسی زندگی بھی امتیاز انسانیت کا مقام رفیع ہے۔

قول خامس الصوف

اصحاب صفہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایسے ساتھی تھے جو گھربار بیوی بچوں

کے جھنجھٹ سے آزاد تھے۔ وہ مسجد نبوی میں چبوترے جسے عربی میں صفہ کہا جاتا ہے

رہتے تھے۔ انکی تعداد چار سو بتائی جاتی ہے۔ اصحاب صفہ گواہل و عیال کی ذمہ داریوں سے آزاد تھے مگر تارک دنیا نہ تھے۔ وہ چوبیس گھنٹے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ سے فیض حاصل کرتے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری تربیت روحانی فیض باطنی توجہات سے متمتع ہو کر تزکیہ نفس اور تصفیہ باطن اور روحانی بالیدگی کا سامان حاصل کرتے۔

اصحاب صفہ کئی کئی دن فاقے کاٹتے مجاہدہ نفس اور ریاضت کرتے تھے۔ مسلسل روزے رکھتے تھے۔ کھجور اور پانی پر گزارہ کراتے تھے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی اور دیگر مورخین اور علماء تصوف کے رشتے کو اصحاب صفہ سے ملاتے ہیں۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں:

وقف رسول اللہ علیہ والہ وسلم یوما علی اہل الصفة فرای
فقرہم وجہدہم وطیب قلوبہم فقال ابشر وما اصحاب
الصفہ فمن بقى منکم علی النعت الذی اتم علیہ الیوم
راضا کما ہو فیہ فانہ من رفقاء یومہ القیامۃ

ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل صفہ کے درمیان کھڑے ہوئے اور ان کے فقر جان کنی اور سرور قلب کو دیکھا تو فرمایا: اے اصحاب صفہ خوش ہو جاؤ کہ جو تم میں سے موجود صفات پر قائم رہا اور اسی حال پر راضی رہا وہ یوم قیامت میرے رفقاء میں سے ہوگا۔ (عوارف العارف مترجم ص ۲۰۴)

یہی وہ اصحاب صفہ تھے جو ظاہر اباطنا جن کے قلب و روح جن کے دل و دماغ نے کامل تزکیہ حاصل کر لیا تھا اور وہ مشاغل حیات اور علاقہ دینی سے بے نیاز ہو کر اپنے مولا کی محبت میں فنا ہو چکے تھے۔ پس جو لوگ ان (اصحاب صفہ) لوگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنے مولا سے لوگا بیٹھے اور وہ لذات دینی سے کنارہ کش ہو گئے اور ان کی زندگی کا مقصد اپنے مولا کی رضا ٹھہرا۔ ایسے لوگ صوفیاء کہلانے لگے اور ان کی زندگی کو

تصوف کے نام سے موسوم کیا گیا۔

قول سادس الصفا

تصوف کو اگر القف سے مشتق مانا جائے تو اس سے مراد ایسے لوگ ہوں گے جن کے دل بارگاہ ایزدی میں صف اول میں حاضر ہیں۔ یہی وہ پاک بندگان خدا ہیں جن کے دل روشن ہیں اور ان کی توجہات دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہیں۔ ایسے لوگ اپنے محبوب حقیقی کے دیدار کے ہر وقت طالب رہتے ہیں۔ ایسی صورت میں ان کا علائق دنیوی سے منقطع ہونا اور تمام تر دنیوی رنگینیوں کو بالائے طاق رکھ کر اپنے محبوب حقیقی کے دیدار کے لئے صف اول میں حاضر ہونے کو تصوف کا نام دیا ہے۔

(تصوف کے روشن حقائق، ص ۲۱ از عبدالقادر عیسیٰ الشاذلی)

تصوف کا اصطلاحی مفہوم

اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو لغوی معانی میں الفاظ کے اختلاف کے باوجود ایک قدر ظاہراً اور باطناً مشترک نظر آتی ہے اور وہ یہ کہ تصوف کا مقصود حاصل قلب و باطن کی صفائی و طہارت سے ہو یا اللہ تعالیٰ سے مخلصانہ دوستی قائم کرنے سے اصحاب صفہ کے ساتھ لباس میں مشابہت سے ہو یا پھر ان کی طرز زندگی اپناتے ہوئے مجاہدہ و ریاضت سے یہ سارے کے سارے احوال اس جہت کی نشاندہی کرتے ہیں کہ انسان کیز زندگی اس طرح منزہ مبرہ اور صاف و شفاف ہو جائے جس میں اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی ادنیٰ سے ادنیٰ نافرمانی کا شائبہ تک نہ رہے۔ بندے کا ظاہر باطن قلب و روح دل و دماغ گو اسکا اٹھنا بیٹھنا، مرنا جینا اس طرح احکام شریعت کے تابع ہو جائے کہ تمام رذائل اخلاق معصیت اثم و عدوان کے میل کچیل سے اس کی زندگی پاک ہو جائے اور بندے کا دل انوار و تجلیات الہی کا مہبط بن جائے۔ اس کامل اخلاص پر مبنی زیست کا نام تصوف ہے۔ بقول اقبال

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی
اگر تمسک بالحقائق اور استغناء عن الخلق انسان کا حال بن جائے تو اس کی زندگی کا
ہر لمحہ ان کیفیات سے ہمکنار ہوتا ہے جو توحید کا نقطہ کمال ہیں۔

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے
ضمیر پاک و نگاہ بلند و مستی شوق
نہ مال و دولت قارون نہ فکر افلاطون
دل اگر اسی خاک میں زندہ و بیدار ہو
تیری نگہ توڑ دے آئینہ مہر و ماہ

تصوف کی تاریخ

حضرت گل حسن شاہ صاحب تصوف کے سلسلہ آغاز کے متعلق فرماتے ہیں کہ
۱۴۹ھ میں حضرت ایوان رحمۃ اللہ علیہ نے بمقام جدہ طریق تصوف کو سلسلہ کی صورت
میں مرتب فرما کر سلسلہ کا نام ایوان رکھا کئی لاکھ لوگوں نے اس میں شامل ہو کر تربیت
حاصل کی۔ (حقیقت تصوف، ص ۸۲، از قاضی حمید فضلی)

ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

پہلا شخص جو صوفی کے نام سے مشہور ہوا اس کی تعریف کچھ اس طرح ہی کہ اس
آدمی کا نام غوث بن مرہ تھا۔ جس کی والدہ کے ہاں اولاد نہیں ہوتی تھی۔ اس شخص کی
والدہ نے منت مانگی کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے بیٹا عطا کرے تو میں اس کو کعبۃ اللہ کی خدمت
کے لئے وقف کر دوں گی۔ چنانچہ غوث پیدا ہوا اور اس کو کعبۃ اللہ کی خدمت کے لئے
مامور کر دیا گیا۔ ایک دن گرمی کی شدت کی وجہ سے وہ بے ہوش ہو گیا۔ اس کی والدہ نے
غوث بن مرہ کو اٹھایا تو وہ بے جان سا ہو گیا تھا۔ فوراً کہنے لگیں یہ تو صوف ہو گیا ہے اسی دن

سے غوث بن مرہ کا نام صوفی پڑھ گیا۔ جن لوگوں نے اس کی طرح زندگی اپنالی انہیں صوفی کہا جانے لگا۔

بعض مشہور سائنسدان جابر بن حیان کو صوفی کہتے ہیں اور بعض ابو عبد اللہ الصوفی التاثر الاندلسی کو پہلا صوفی قرار دیتے ہیں۔ بعض نے ابو ہاشم کو صوفی اول کہا اور بعض یحییٰ بن معاذ کو پہلا صوفی بتلاتے ہیں۔

ابو بکر الکلا آبادی کی کتاب اعراف لذہب التصوف جس کے متعلق صوفیاء نے کہا:

لولا اعراف کما کمزف التصوف

اگر کتاب اعراف نہ ہوتی تو تصوف کی حقیقت معلوم نہ ہوتی۔

آپ کی اس کتاب کے باب اول میں قولہم الصوفیہ لم سبیت الصوفیہ پہلا باب۔ صوفیاء کو صوفی کیوں کہتے ہیں؟ صوفیاء کے متعلق اظہار بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

ایک گروہ کا کہنا ہے کہ صوفیہ کو صوفی اس لئے کہتے ہیں کہ ان کے اسرار و آثار صاف ہوتے ہیں۔

”صوفی ہوتا ہی وہ ہے جو صاف ہو جس کا من تن صاف نہ ہو وہ صوفی نہیں ہو سکتا۔“

بشیر بن حارث صوفی کی تاریخ میں فرماتے ہیں:
صوفی وہ ہے جس کا دل اللہ کے لئے صاف ہو جائے۔
اور بعض نے کہا:

کہ صوفی وہ ہے جس کا معاملہ اس کے ساتھ صاف ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی عزت ہو۔

تصوف و طریقت اور شریعت کا

آپس میں کوئی تضاد نہیں

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ شریعت اور ہے اور طریقت اور شریعت والے طریقت پہ نہیں چل سکتے۔ یہ ان لوگوں کے نفس کا فریب ہے جس نے ان کو دھوکے میں رکھا ہوا ہے جبکہ حقیقت میں ایسی کوئی بات نہیں۔ اگر بنظر عمیق دیکھا جائے تو کمال شریعت کا نام ہی تصوف اور طریقت ہے۔ خدا اور رسول کے احکام جب تک ظاہر تک محدود ہیں اس کا نام شریعت ہے اور جب اس کے اثرات قلب و باطن مرتب ہونے لگیں اور قلب و باطن اس کی نورانیت سے روشن ہونا شروع ہو جائے تو اسے فیضان تصوف کہتے ہیں۔

اس مثال ایسے ہے اگر کسی شخص نے ظاہر رکوع و سجود اور قراءت کے ساتھ مکمل نماز پڑھ لی تو اس کی نماز ہو جائے گی مگر تصوف والے یہ کہتے ہیں کہ جب بندہ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ کہے تو زبان کے ساتھ دل بھی اس بات کی تصدیق کرے۔ اگر چہرہ کعبہ کی طرف ہے تو دل بھی رب کعبہ کی طرف متوجہ رہے۔ جس طرح ظاہر صبح نماز کے لئے تمام نجاستوں اور آلودگیوں سے پاک رہا اس طرح دل بھی دوران نماز ہر قسم کے خیالات اور تصورات اور باطنی آلودگیوں سے پاک رہے۔

تصوف کے ذریعے کسی انسان کا روحانی بلندیوں کو پالینا دراصل اس درجہ احسان پر فائز ہوتا ہے جس کا ذکر حدیث جبرائیل میں آیا ہے۔

حضرت جبرائیل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

خبرنی عن الاحسان فقال ان تعبدالله كانك تراه فال لم تكن
تراه فانه يراك

پس اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے احسان کے متعلق بتائیے۔ فرمایا کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کر گویا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے اگر تو اسے نہیں دیکھ پائے تو کم از کم یہ خیال رکھے کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

سالك کے لئے چند ابتدائی تقاضے

متلاشی منزل جب کسی منزل کو پانے کے لئے ابتدائی کوششیں شروع کرتا ہے تو اس منزل کو حاصل کرنے کے کچھ تقاضے اور ضرورتیں ہوتی ہیں جن کے بغیر کوئی آدمی منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتا۔ اسی طرح تصوف میں واصلان حق کے لئے منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے دو راستے ہیں۔ سلوک اور جذب سلوک۔ راہ انابت ہے یعنی اسمیں مجاہدہ ہے ریاضت ہے کوشش اور جدوجہد ہوتی ہے جبکہ جذب میں راہ اجابت ہے اور اس میں انتخاب ہوتا ہے۔ چونکہ جذب قواعد ضوابط کی پابندی سے آزاد ہوتا ہے اس لئے ہم سلوک کا تذکرہ کریں گے۔ سلوک کے لئے کچھ بنیادی تقاضے ہیں جن کے بغیر کسی سالك کا سفر نہ جاری ہوتا ہے اور نہ آگے بڑھتا ہے۔ یہ ابتدائی زادہ جسے ہر مسافر کو ساتھ لے کر عازم سفر ہونا ہے اور وہ یہ ہیں:

حصول علم اور طاعت حق

ضرورت شیخ

کھانے پینے اور سونے میں کمی

کثرت کے ساتھ یاد الہی

مراقبہ و تفکر

ان آداب سلوک چھوڑ اور ان سے راہ فرار اختیار کر کے کوئی بھی سالك اپنی منزل پر نہیں پہنچ سکتا اس لئے کہ یہ ابتدائی تقاضے ہیں جو سالك کے لئے انتہائی ضروری ہیں۔

آئمہ صوفیاء آداب سلوک و تصوف درج ذیل آئیہ کریمہ سے حاصل کرتے ہیں:
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي
 سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝

اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اس تک پہنچنے کا وسیلہ تلاش
 کرتے رہا کرو۔ اور اللہ کی راہ جہاد کرتا کہ تم فلاح پاؤ۔

مذکورہ آیت کریمہ میں چار چیزیں بیان کی گئی ہیں جو راہ سلوک کے مسافر کے لئے
 مبادیات ہیں جن پر چل کر سالک اپنی منزل کی طرف گامزن ہوتا ہے۔

ایمان، تقویٰ وسیلہ اور جہاد۔ ان تمام کا نتیجہ فلاح اور کامیابی ہے۔ ایمان میں
 حصول علم اور طاعت حق کا اشارہ ہے۔

تقویٰ میں احکام الہی کی پابندی اور محنت و ریاضت کی طرف اشارہ ہے۔ وسیلہ
 تلاش کرنے میں ارادت شیخ کی طرف اشارہ ہے۔

اور جہاد یعنی کھانے پینے اور سونے میں تخفیف کی طرف اشارہ ہے۔ حدیث رسول
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اسے جہاد بالنفس اور جہاد اکبر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ لَعَلَّكُمْ
 تُفْلِحُونَ ۝ میں اس بات کا اشارہ ہے ان امور پر عمل کرنے کے علاوہ سالک کی کامیابی
 کا کوئی طریقہ نہیں ہے۔

۱۔ کامل اطاعت حق کے لئے حصول علم ضروری ہے

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ط وَاللَّهُ
 بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝

اللہ تم میں سے ایمان والوں کے اور جن لوگوں کو علم عطا کیا گیا ہے درجے
 بلند کرے گا اور اللہ کو خبر ہے جو تم کرتے ہو۔

انتہائی قابل غور بات یہ ہے کہ طریقت کی بنیاد شریعت ہے اور شریعت کا اولین

مطالبہ ہے ایمان اور عمل۔ قرآن مجید نے اللہ تعالیٰ کے عتاب اور آخرت کی سزا سے نجات کا واحد ذریعہ ایمان اور عمل کو قرار دیا ہے۔ قرآن مجید نے کسی جگہ بھی ایمان کو عمل سے جدا نہیں کیا جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے: **إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ** یعنی ایمان اور عمل دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ صوفیاء ایمان سے مراد سراسر علم اور عمل سے مراد طاعت حق لیتے ہیں۔

علم کا حصول ہر انسان مرد و عورت پر فرض ہے۔ اوامر و نواہی تو حید و رسالت ارکان ایمان اور ارکان اسلام ان تمام احکامات پر یقین رکھنے کے بعد اگلا قدم علم ہے کیونکہ تمام احکامات پر علم کے بغیر عمل ممکن نہیں اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

طلب العلم فريضة على كل مسلم و مسلمة

جب کوئی راہ سلوک پر چلنے کی تمنا کرتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ اللہ کی محبت کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کا حل کرے۔ اس راہ پر چلنے کے لئے شرط اولیٰ اتباع نبوی ہے۔ جب بندہ فاتبعونسی کی منزل پر فائز ہو جاتا ہے تو اس بندے پر اللہ تعالیٰ کی توجہ خاص ہوتی ہے اور یہی خاص توجہ تصوف کا مغز ہے تو اس راہ پر چلنے کے لئے علم کا حصول انتہائی ضروری ہے اور یہ علم قرآن و سنت کا علم ہے کیونکہ ایک جاہل عابد اور زاہد تمام عمر عبادت کرنے کے باوجود طریقت کی پہلی منزل بھی طے نہیں کر سکتا۔ بقول حضرت سلطان باہر رحمۃ اللہ علیہ

بناں علموں جو کرے فقیری
کافر مرے دیوانہ ہو

امام مالک کا قول ہے

من تفقہہ ولم يتصوف فقد تفسق ومن تصوف وکم يتفقہہ

فقد تزندق ومن جمع بينهما فقد تحقق

جو تفقہ (یعنی علم) میں ماہر ہو اور تصوف کو نہ مانتا ہو وہ فسق و فجور میں پڑ گیا

اور جو تصوف میں ڈوب گیا اور فقہ سے نابلد رہا وہ زندیق ہو گیا اور جس نے
دونوں کو جمع کر لیا اس نے حق کو پالیا۔

اس لئے راہ طریقت میں علم شریعت کے بغیر۔ حصول معرفت کو درکنار انسان خود
ہدایت کے گڑھوں سے بھی نہیں نکل سکتا۔ تو اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ جب
انسان علم شریعت حاصل کرے تو طاعت حق میں کمال حاصل کرے کہیں ایسا نہ ہو عالم
بے عمل بن جائے اور روز قیامت آگ کی قینچیوں سے اس کی زبان کاٹی جائے۔ عالم
بے عمل کی مثال اس گدھے کی سی ہے جس پر کتابوں کا بوجھ لاد دیا گیا ہو۔ اس لئے
اے راہِ خدا کے سالک علم حاصل کر اور دامن اطاعت مضبوطی سے تھام۔

پس سالک مبتدی کا فرض اولیٰ ہے کہ علم شریعت حاصل کرنے کے بعد اپنی زندگی
پر طاعت الہی، محبت الہی، خشوع، فضوع، گریہ زاری کی چھاپ لگائے۔ تصنع اور بناوٹ
سے پرہیز کرے۔ ریا کاری اور دیگر اخلاق رذائل کو قریب نہ پھڑکنے، ظاہر و باطن، یک رنگی
کا عنصر غالب رہے۔ عبادات اور معاملات میں اتباع سنت کا رنگ غالب رہے۔ صرف
اور صرف نیکی کو اپنی جبلت بنا لے۔ دینوی زیب و زینت اور رنگینوں سے کنارہ کش ہو
جائے۔ ہر قسم کی برائی سے لاتعلق ہو جائے۔ اگر کوئی سہواً خطا سرزد ہو جائے تو فوراً توبہ و
استغفار کرے اور حضور الہی کی طرف متوجہ رہے اور گناہ معاف ہونے پر کامل یقین
رکھے۔ حدیث پاک میں آتا ہے:

التائب من الذنب کمن لا ذنب له

گناہوں سے توبہ کر نیوالا ایسے ہے گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں

فرائض و واجبات کی پابندی اور سنن کی پیروی کے علاوہ ان معمولات کو نہایت

مفید اور از حد ضروری سمجھے۔

شبانہ روز نوافل کی ادائیگی

تلاوت قرآن مجید

کثرت درود و سلام

کثرت استغفار

صدقہ و خیرات

سالک کے لئے ضروری ہے کہ تعلیم و تعلم کے باب میں صباح علماء کی مجلس میں بیٹھے روزانہ قرآن مجید ترجمہ کے ساتھ پڑھے یا سنے۔ اس طرح احادیث کا مطالعہ کرے۔ مسائل فقہ سے واقفیت پیدا کرے اہل سنت کے مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک مذہب سے تمسک اختیار کرے اور آئمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید کرے۔

ضرورت شیخ

حقیقی اسلام حقیقی ایمان اور حقیقی تمسک بالسنہ و کتاب کسی زندہ دل شخصیت کے توسط کے بغیر ممکن نہیں اور اسی زندہ شخصیت کا اصطلاحی نام پیرو مرشد ہے۔ جس طرح علوم ظاہری حاصل کرنے کے لئے کسی استاد اور معلم کی ضرورت ہوتی ہے جس ہستی نے خود شریعت پر چل کر طریقت کی منازل کو طے کیا اور جو باطنی پردے کشف کرنے کی اہلیت رکھتی ہو جس نے انوار الہیہ کو اپنے سینے میں جاگزیں کیا ہوتا کہ منازل سلوک طے کرتے ہو حاصل ہونیوالے انوار اور باطنی کیفیات یاد لئے کی صورت میں سالک کے قدموں کو ڈگمگانے نہ دے۔

ہدایت کے لئے کسی فیض یافتہ شخصیت کی ضرورت

جس طرح اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لئے پیکر محسوس کی صورت میں تاجدار کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس دنیا میں بھیج کر چالیس سال تک ہر قسم کے معاشرتی تعلقات قائم رکھنے کا حکم دیا اور پھر آپ کی وساطت سے انسانیت کو ہدایت دی ورنہ اللہ تعالیٰ چاہتا تو ایسا کر سکتا تھا کہ ہر آدمی کو قرآن اس کے سرہانے سے مل جاتا اور اس میں لکھا ہوتا کہ اے انسان تیری ہدایت اس نسخے میں ہے لہذا تو اس پر عمل

کر کے آخرت کو سنوار لے لیکن اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرما کر ہمارے لئے ایک نمونہ بنا دیا کہ اس ہستی کے نقش قدم پر چل کر تم راہ ہدایت اور راہ راست حاصل کر سکتے ہو۔ یہی ایک ایسی ہستی ہے جو پیکر محسوس کی شکل میں تمہارے پاس موجود ہے جو علم ظاہر اور علم باطن کا منبع ہے۔ اسی لئے حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا تھا کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دو طرح کے علم حاصل ہوئے ایک علم ظاہر اور دوسرا ایسا علم ہے کہ اگر میں لوگوں کو بتا دوں تو وہ میرا گلہ کاٹ دیں۔ یہی وہ علم تصوف اور حقیقت تھا جو باطنی کیفیات اور روحانی مشاہدات کے لئے تھا۔ یہی علم سینہ بہ سینہ آگے چلتا رہا۔ صحابہ کرام کے ذریعے تابعین اور تبع تابعین کے ذریعے آگے پھیلا۔ یہ تمام کے تمام کون لوگ تھے شاگردوں کی جماعت تھی، طالبوں کی جماعت تھی، مہر پردہ کی جماعت تھی، بیعت کرنیوالوں اور ارادت رکھنے والوں کی جماعت تھی۔

جس طرح مادی علوم حاصل کرنے کے لئے استاد ضروری ہوتا ہے فنی علم حاصل کرنے کے لئے استاد کی ضرورت ہوتی ہے تو پھر روحانی علم جو ان تمام علوم سے زیادہ لطیف تزکیہ نفس کا فن جو ان تمام فنون سے دشوار ہے اللہ تعالیٰ کی معرفت جو ہر شے سے زیادہ نازک ہے کیسے ممکن ہے اس میں استاد اور شیخ کی ضرورت کے بغیر آدمی حاصل کرے۔ اس سفر میں تو قدم قدم پر رہنما از حد ضروری ہے اس رہنما کو روحانی پیشوا اور استاد کو شیخ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

شیخ مقام احسان تک رسائی کا ذریعہ ہوتا ہے

علم ظاہری اور علم شریعت تو کتابوں سے حاصل کیا جاسکتا ہے یعنی اجزائے ایمان ارکان اسلام، مسائل فقہ اور دیگر مسائل شریعت اور احکام شریعت کتب فقہ و حدیث سے مطالعہ کے ذریعے حاصل کیے جاسکتے ہیں مگر قلب کو مرتبہ احسان تک پہنچانا اور قلب و روح کو نور باطن سے مزین کرنا اور نفس کا تزکیہ کرنا ایک کامل ظاہر و مطہر شخصیت کے بغیر کیسے ممکن ہے اس لئے کہ وجدانیات و کیفیات اور لطف و سرور یہ تمام چیزیں احاطہ تحریر

میں نہیں لائی جاسکتیں کیونکہ یہ پڑھنے پڑھانے کی شے نہیں بلکہ چکھنے چکھانے کی شے ہے۔ یہ علم تکرار سے نہیں آتا بلکہ محسوس کرنے کی شے ہے یہ ایسا علم ہے جو قوت سامعہ لامہ سے بلند تر ہے۔ یہ علم صرف ایک قلب سے دوسرے قلب پر اپنا عکس ڈالتا ہے۔

نہایت ضروری بات یہ ہے کہ مرشد اور شیخ کوئی خود روہستی نہیں ہوتا یا خود ساختہ نہیں ہوتا۔ بالکل اسی طرح جس طرح آپ بخاری و مسلم کی روایات اس لیے تسلیم کرتے ہیں کہ ان کا سلسلہ سند حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتا ہے اور حدیث کے راوی جتنے معتبر اور متواتر ہوں گے روایت اتنی ہی قوی ہوگی۔ بالکل ایسے ہی مرشد کامل اور شیخ کا قلب منیر بھی ایسے ہی مضبوط واسطوں سے قلب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملا ہوا ہوتا ہے۔ یہ روحانی واسطہ اور روحانی زنجیر بخاری و مسلم کی اختیار اور آثار کی طرح سرچشمہ ہدایت اور سرچشمہ روحانیت سے جڑا ہوا ہوتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ایسے لوگ تھے جو دونوں علوم کے جامع تھے وہ علم شریعت کے ساتھ ساتھ علم باطن اور علم اور روحانیت کے جامع تھے جن میں حضرت ابو بکر صدیق، سیدنا عمر فاروق، سیدنا عثمان غنی، علی المرتضیٰ، ابوذر سلمان فارسی، ابو عبیدہ، ابو درداء، ابو ہریرہ، معاذ بن جبل، عمران بن حصین، ابو موسیٰ اشعری وغیرہم کے نام سرفہرست ہیں اس لئے صوفیاء کے قدیم تذکرے انہیں کے نام سے شروع ہوتے ہیں۔

قرآن مجید اللہ والوں کے ساتھ رہنے کا حکم دیتا ہے۔

سورۃ کہف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ
يُرِيدُونَ وَجْهَهُ (سورۃ کہف)

اور اپنے آپ کو روک لے (جوڑے) ان لوگوں کے ساتھ جو اپنے رب کو صبح و شام پکارتے ہیں اپنے مولا کی رضا حاصل کرنے کے لئے۔

یہ آئیہ کریمہ وہاں سے شروع ہوتی ہے جہاں پر اصحاب کہف کا واقع ختم ہوتا ہے تو

اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کا واقعہ بیان کرنے کے بعد اس آیہ کریمہ کو نازل کیا جس میں اللہ والے نیک لوگ کے ساتھ رہنے کا حکم فرمایا۔ اصحاب کہف کون تھے؟ وہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نیک اور ولی تھے تو ان ولیوں کا تذکرہ کرنے کے فوراً بعد اس آیہ کریمہ میں ایسے لوگوں کی معیت اختیار کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے نیک لوگوں اور اللہ کے ولیوں کی بارگاہ میں جانے کا حکم اللہ تعالیٰ خود دے رہا ہے اور پھر آگے ارشاد فرمایا: جب تم ان لوگوں کی بارگاہ میں آ جاؤ تو پھر و لا تَعُدُّ عَيْنَكَ عَنْهُمْ پھر تم اپنی نگاہیں ان سے نہ اٹھانا کتنا پیار بھرا جملہ ہے اور کتنی چاشنی ہے اس جملے میں فرمایا کہ اپنی نگاہیں پھر واپس نہ پلٹنا انہیں کی بارگاہ میں سے فیض الوہیت حاصل کر اور ان لوگوں کی پیروی نہ کرنا جو دلوں کو غافل کر دیتے ہیں۔

اسی طرح ایک مقام پہ ارشاد ہوتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ۝ (توبہ: ۱۱۹)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اہل صدق کے ساتھ رہا کرو۔

محض ایمان کافی نہیں کیونکہ خطاب مومنین سے پھر عمل پر بھی اکتفا نہیں کیونکہ تقویٰ اور اطاعت کے بعد ایک اور حکم دیا جا رہا ہے اور وہ ہے کہ کُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ۔ صادقوں کی معیت اختیار کرو۔ راست بازوں کی صحبت میں رہو۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا میں تکمیل ایمان ہے۔ اتَّقُوا اللَّهَ میں تکمیل اسلام ہے جو دوسرا درجہ ہے اور کُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ میں تکمیل احسان ہے جو کہ تصوف اور طریقت ہے۔ یہی تین چیزیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو دی تھیں جس کی دلیل حدیث جبرائیل ہے۔ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان تینوں مدارج کی توضیح بیان فرمائی تھی۔ ایمان عقائد پر مبنی ہے۔ اسلام اعمال پر اور تیسری منزل احسان کی ہے جو ان دونوں سے بڑھ کر ہے جو مشاہدہ حق پر مبنی ہے۔

ارادت شیخ اہمیت و فرضیت قرآن مجید کی متعدد آیات کریمہ سے ثابت ہوتی ہے

اس ضمن میں ہم مزید ایک آئیہ کریمہ کا ذکر کرنا چاہتے ہیں لیکن اس آئیہ کریمہ میں غور و فکر کی ضرورت ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝

اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اس تک پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرو اور اللہ کے راستے میں جہاد کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

مولانا رشید احمد گنگوہی ضرورت شیخ کے بیان یوں رقمطراز ہیں:

سالک کے لئے شیخ کامل کی محبت ضروری ہے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں: اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو اور حق تعالیٰ کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔ امام غزالی نے احیاء العلوم میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت نقل کی ہے کہ شیخ اپنی قوم میں ایسے ہے جیسے نبی اپنی امت میں۔ (امداد سلوک، ص ۲۰)

حضرت سیدنا غوث اعظم کا فرمان

حضرت سید شیخ عبدالقادر جیلانی باب آداب المرید مع الشیخ میں تحریر فرماتے ہیں:

ويتحقق بان الله عز وجل اجري العادة بان يكون في الارض

شیخ و مرید صاحب مصحوب تابع و تبوع من لدن آدم الى

ان تقوم الساعة (غنیۃ الطالبین، ص ۶۱۳)

مرید کو اس بات کا یقین رکھنا چاہئے کہ حضرت آدم سے لے کر قیامت تک

اللہ تعالیٰ کی عادت کریمہ جاری ہے کہ زمین پر شیخ بھی مرید بھی صاحب

اقتدار بھی ہو۔ ماتحت بھی تابع بھی ہو متبوع بھی

چوں توں پیر را کردی قبول

ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسول

پیر کامل صورت ظل الہ
یعنی دید پیر دید کبریا

جب تو نے پیر کی ذات کو قبول کر لیا تو خدا اور رسول دونوں اس ذات میں ہیں۔

مرشد کامل اللہ کا سایہ ہے اور اس کا دیدار خداوند تعالیٰ کا دیدار ہے۔ بقول شاعر

بشکل شیخ دیدم مصطفیٰ را
نہ دیدم مصطفیٰ را بل خدا را

شیخ کا تصور اور صحابہ کرام

صحابہ کرام ہر وقت اپنے ذہنوں میں مرشد کائنات تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تصور رکھتے اور اس سے روحانی سرور اور فیض حاصل کرتے تھے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

کانی انظر الی سواکہ تحت شفتہ (صحیح مسلم ص ۱۲۰:۲)

گویا میں چشم تصور میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسواک جو کہ ہونٹوں کے نیچے تھی دیکھ رہا ہوں۔

۲- حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کانی انظر الی رسول اللہ علی المنبر وعلیہ عمامة سوداء قد
ارخی طوفتها بین کتفیه

گویا میں چشم تصور میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منبر کے اوپر دیکھ رہا ہوں اور آپ کے اوپر سیاہ عمامہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے دونوں کناروں کو اپنے شانوں کے درمیان لٹکا دیا ہے۔

اسی تصور کو اجاگر کرنے کے لئے امام غزالی نے ہماری توجہ اس طرف دلائی ہے۔

آپ فرماتے ہیں:

اخضر فی قلیل النبی و شخصہ الکریم وقل السلام علیک

ایہا النبی

اپنے دل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی شخصیت کریمہ کو تصور میں حاضر کر اور پھر کہہ السلام علیک یا ایہا النبی۔

چونکہ صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور کی زیارت بھی کرتے تھے اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور اور آپ کی ایک ایک ادا کو اپنے چشم تصور میں رکھتے تھے۔

صوفیاء نے صحابہ کرام کے اسی معمول کو سند بنا کر شیخ کے تصور کی اجازت دی ہے۔

مرشد کا تصور اور قرآن

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

مَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَ مَنْ يَضِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا
مُرْشِدًا ۝ (سورۃ کہف: ۱۷)

اللہ تعالیٰ جس کو راہ دے وہی راہ پر ہے اور جس کو راہ نہ دے تو ہرگز اس کا کوئی مددگار راہ دکھانے والا (مرشد) نہ پاؤ گے۔

جس طرح گاڑی بغیر ڈرائیور کے اور کشتی بغیر ملاح کے نہیں چل سکتی اسی طرح کوئی بغیر وسیلہ کے اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچ سکتا۔ یہ قانون عام ہے۔

حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی المعروف غوث الاعظم دسگیر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ

مشائخ کرام ہی اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ اور رہنما ہیں اور یہی ایک دروازہ ہے جس سے داخل ہو کر انسان خدا تک پہنچتا ہے لہذا ہر مرید کے لئے ایک شیخ کامل ہونا ضروری ہے البتہ بعض حضرات اس سے مستثنیٰ ہیں۔
مستثنیٰ حضرات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

کہ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم اور اولیاء کرام میں سے حضرت اولیس قرنی رضی اللہ عنہ نے یہ معاملہ کیا ہم اس کے منکر نہیں تاہم اکثر اور عام طریقہ وہی ہے جو ہم نے بیان کیا ہے یہی سلامتی اور بہتری کا راستہ ہے۔ (غنیۃ الطالبین، مطبع فرید بک شال)

اس ضمن میں شیخ اسمعیل دہلوی فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں جو ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے وسیلہ تلاش کرو۔ فرماتے ہیں: اہل سلوک نے وسیلہ سے مراد مرشد لیا ہے۔ پس کامیاب ہونے کے لئے مجاہدے سے پہلے تلاش مرشد بہت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہی طریقہ مقرر کر رکھا ہے اس لئے مرشد کی راہبری کے بغیر راہ کا ملنا ناممکن ہے۔ (مرآة مستقیم، بحوالہ ضیاء حرم، اکتوبر ۲۰۰۳)

ڈاکٹر علامہ اقبال فرماتے ہیں:

دم عارف نسیم صبح دم ہے
اسی سے رشید معنی میں نم ہے
اگر کوئی شعیب آئے میسر
شانی سے کلیسی دو قدیم ہے

شیخ کامل کی صفات اور شیخ کامل کے آداب

- ۱- ایمان اور تقویٰ کی دولت کا حامل ہو۔
- ۲- عقائد اہل سنت کا متبع ہو۔
- ۳- احکام شریعت کا علم رکھتا ہو۔
- ۴- اس کا سلسلہ نسبت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متصل ہو۔
- ۵- کسی شیخ کامل نے اسے بیعت کی اجازت عطا کی ہو۔
- ۶- انسان ان کی مجلس میں بیٹھے تو اپنے دل کو اللہ کی طرف مائل رکھے۔
- ۷- شریعت مطہرہ اور سنت نبویہ پر سختی سے عمل پیرا ہو۔

بقول حضور ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ

شریعت ایک سرسبز و شاداب درخت ہے جس پر ولایت غوثیت اور قطبیت کے پھل پھول لگتے ہیں۔ جہاں شریعت مظہرہ کا سایہ دار درخت ہی نہ ہو وہاں پھل پھول کیسے ہوں گے اور اسی طرح شاہ سلیمان تو نسوی فرماتے ہیں:

سلوک و معرفت کی راہیں بغیر اتباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طے نہیں کی جاسکتیں۔

۸- شیخ کو چاہئے کہ وہ اپنی خلوت نشینی کے لئے کچھ وقت مقرر کرے جس میں لوگوں کی آمد و رفت نہ ہو۔ تاکہ اس کی خلوت نشینی کا اثر اس کی بزم نشینی میں جاری ہو۔

۹- شیخ کو چاہئے کہ وہ اپنے متوسلین و مریدین سے ایک والد جیسے شفقت آمیز اور محبت بھرے لہجے میں پیش آئے اور مریدین کی استعداد اور قابلیت کے مطابق ان کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کرے۔

۱۰- شیخ کے وظائف میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ اپنے عقیدت مندوں سے حسن اخلاق سے پیش آئے۔

۱۱- مریدین پر لطف و کرم اور ان سے نرمی اور خوش طبعی سے پیش آئے۔

۱۲- شیخ مرید کے مال سے تعلق نہ رکھے بلکہ مریدین کی نصیحت تعلیم و تربیت خالصتاً اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرے۔

۱۳- شیخ کے آداب میں یہ بھی ہے کہ اگر مرید میں کوئی کوتاہی دیکھے تو اسے مجلس میں کھلے لفظوں سے منع نہ کرے بلکہ دوران گفتگو اس کوتاہی کی نشاندہی کر دے۔

۱۴- مقلد ہو، غیر مقلد نہ ہو۔

۱۵- باادب ہو بے ادب نہ ہو یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام و اہل بیت اطہار اور دیگر بزرگان دین کی توہین نہ کرتا ہو۔

۱۶- فاسق معین نہ ہو پابند شریعت ہو۔

۱۷- اتنا علم رکھتا ہو کہ اپنی ضرورت کے مسائل کتاب سے خود نکال سکے۔

(ضیاء الواعظین، ص ۵۴۴)

قاضی حمید فضلی کی شرائط لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

۱- بیعت لینے والا مرشد مرید سے توبہ کراتا ہے اور اسے نیکی کا حکم اور برائی سے بچنے کی تلقین کرتا ہی۔

۲- مرشد کو منہیات الہیہ اور احکامات الہیہ کا علم ہوتا کہ برے اخلاق کو چھوڑنے اور عمدہ خصائل حاصل کرنے کی تاکید کر سکے۔

۳- دوسری شرائط کے لئے یہ ضروری ہے کہ مرشد گناہوں سے پرہیز کرے اس لئے کہ بالجنی صفائی کا علم ہر کسی کو نہیں ہوتا اس لیے وہ اپنے ظاہر کو درست رکھے تو مرید بھی تقلید میں اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کی کوشش کرے گا۔

۴- مرشد کو یادداشت کا ملکہ راسخ ہو۔ یاد الہی سے غفلت نہ کرے دنیا سے کم رغبت رکھے اور آخرت کا تصور غالب ہو۔

۵- اللہ تعالیٰ گواہوں کے متعلق فرماتے ہیں: جو گواہ تمہیں پسند ہو ان کو گواہ بنا لو۔ مرشد کے لئے بھی ضروری ہے کہ مرید کا اعتماد بحال رہے۔ اپنے ارادہ کا مالک ہونہ کہ ہر جائی و ہر دم خیال ہوتا کہ مرید اس کے احکامات کی تعمیل کر سکے۔

۶- کسی مرشد سے فیض حاصل کرنے کے بعد کافی مدت ریاضت سے نور باطنی حاصل کیا ہو۔ صفائی باطن کے لئے جب تک کسی مرشد کی صحبت میں نہ رہا ہو وہ مرشد بننے کے قابل نہیں۔

مرشد کے لئے کرامات کا ظہور ضروری نہیں۔

ہاں قانع، صبر والا، تقویٰ والا، مشنبہ چیزوں سے پرہیز کرنے والا ہو۔



سالمک کے لئے چند بنیادی ہدایات

مجاہدہ نفس کا پہلا قدم

۱- کلام میں تخفیف

اللہ کے رسول محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بندے کو نجات کا راستہ بتایا ہے۔ من صحت نجا۔ جو خاموش رہا نجات پا گیا تو مالک کو چاہئے کہ اسی قول رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دامن تھام کر اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہو جائے کیونکہ زیادہ بولنے سے آدمی کے احوال میں فرق پڑ جاتا ہے۔ روحانیت میں کمی آ جاتی ہے اور سالمک سے لذت و سرور جو کیفیت ہوتی وہ چھن جاتی ہے۔ اس دوران عوائم کے اختلاط سے ہی بچنا چاہئے لیکن یاد رہے اس دوران شرعی معاملات کو نظر انداز نہ کرے جیسے مریض کی عیادت کے لئے جانا، صلہ رحمی کرنا، مصیبت زدوں کے کام آنا، ٹوٹے دل اور بے سہارا لوگوں کی ڈھارس بندھانا، یہ دین کی طرف سے اس کی معاشرتی ذمہ داریاں ہیں جن کو نبھانا سالمک کے لئے از حد ضروری ہے لیکن فضول گفتگو سے بالکل پرہیز کرے اور قہقہے لگانے سے اجتناب کرے۔ اس سے دل مردہ ہوتا ہے۔

زبان کو زیادہ تر ذکر خدا اور تبلیغ دین میں جنبش دے۔ عشاء کے بعد تو بالکل خاموش ہو جائے، ذکر و وظائف کرے۔ کیونکہ جب تو اللہ کی رضا کے لئے منہ کی زبان کو بند رکھے گا تو اللہ تعالیٰ تیرے دل کی زبان کو کھول دے گا اور تجھ پر اپنا لطف کرم کرے گا اور تجھ پر

اپنے اسرار و معارف کے دروازے کھول دے گا۔ اس سالک کو چاہئے کہ وہ زیادہ سے زیادہ کوشش کرے ذکر و اذکار میں مصروف رہے اور لغو و بے معنی باتوں سے کنارہ کشی اختیار کرے۔

۲- طعام میں کمی

کھانے کے حوالے سے مسافر راہ طریقت کو چاہئے کہ کم سے کم کھانا کھائے تاکہ روح لطیف ہو اور نفس کمزور۔ ایسا بھی نہ ہو کہ بہت زیادہ کم کھائے جس کی وجہ سے اس کے معمولات میں فرق پڑے اور وہ کمزوری محسوس کرنا شروع کر دے۔ اتنا کھانا کھائے جو سالک کو نحیف نہ کرے۔ طعام میں کمی کی وجہ سے روحانیت کو تقویت ملتی ہے اور مجاہدہ ریاضت میں آسانی پیدا ہوتی ہے جبکہ پیٹ بھر کر کھانے سے نفس کی آلائشیں غالب ہو جاتی ہیں اور نتیجتاً نفس آپ کو غفلت کی زنجیروں میں جکڑ دیتا ہے جس کی وجہ سے قلب و روح بیمار پڑ جاتی ہے اور روحانیت میں کمی واقع ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ کم کھانا روحانیت اور نورانیت میں اضافہ کا باعث بنتا ہے اور انسان کے اندر فرشتوں جیسی صفات پیدا ہوتی ہیں۔

سونے میں کمی

غوثِ اعظم حضرت سید شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کہ تمام تر بھلائی جاگنے میں ہے اور تمام برائی سونے میں ہے اس لئے سالک کو چاہئے کہ وہ کم سوئے اور زیادہ جاگے۔ دوپہر کے وقت کھانا کھا کر سونا فائدہ مند ہوتا جو رات کی بیداری میں مدد و معاون ثابت ہوتا ہے اور بندے پرستی نہیں چھاتی۔ عشاء کے بعد مختصر وظائف دعا کے بعد سو جائے اور رات کے آخری پہر میں اٹھ کر اپنے محبوب کی بارگاہ میں دعا و مناجات کرے اور اس کی عطاؤں سے اپنے دامن کو بھرے اور محبوب حقیقی کی بارگاہ میں آنسوؤں کے نذرانے پیش کرے تاکہ وہ سالک کو اپنی خوشنودی اور رضا کی

لازوال دولت عطا کرے۔

۴۔ کثرت ذکر و عبادات

راہ طریقت کے مسافر کے لئے ذکر و عبادات انتہائی ضروری چیز ہے جو اسے اپنے مالک حقیقی کا قرب عطا کرتی ہے۔ حدیث قدسی میں بھی آتا ہے کہ بندہ کثرت نوافل سے میرا قرب حاصل کر لیتا ہے اور پھر میں اس پر اپنی عنایتوں کی بارش کر دیتا ہوں۔ اس لئے سالک کے لئے ضروری ہے کہ نماز پنجگانہ کے علاوہ اذکار اور دیگر عبادات پابندی سے کرے جن میں حسب ذیل عبادت بہت ضروری ہے۔

۱۔ تلاوت قرآن مجید

قرآن مجید کی تلاوت کے لئے کوئی وقت مقرر کرے جس میں وہ تلاوت قرآن مجید کے ذریعے انوار باطنی حاصل کرنے اور تلاوت کے دوران تصور کرے کہ میں اپنے مالک حقیقی سے گفتگو کر رہا ہوں اور اس کا کلام اپنی زبان سے ادا کر رہا ہوں۔

نوافل کی ادائیگی

فرائض کے علاوہ چار نمازیں ہیں جن کو پابندی سے ادا کرے۔ آٹھ رکعت تہجد، اشراق چار رکعت، چار رکعت چاشت، چھ رکعت اوابین۔ اگر مصروفیت کی بنا پر چاشت تک انتظار نہیں کر سکتا تو اشراق کے ساتھ پڑھ سکتا ہے۔

سالک کے لئے ضروری ہے کہ اپنا زیادہ سے زیادہ وقت عبادت ذکر و اذکار میں صرف کرے اور اس سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی چاہے ریا اور دیگر بے اخلاق سے پرہیز کرے۔

۵۔ تفکر و مراقبہ اور محاسبہ

تفکر و مراقبہ

تفکر و مراقبہ سے یہ مراد ہے کہ انسان اپنی تمام تر شعوری قوتیں باری تعالیٰ کے تصور

میں لگا دے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں میں گم ہو جائے کہ اس کی تمام عقلیں شعور و ہم خیال اور سارے حواس توجہ و فکر کے مکمل تابع ہو جائیں اور سالک پر ایسی کیفیت طاری ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے جلوے سے نظر آنے لگیں۔ ابو عثمان مغربی فرماتے ہیں کہ جو چیزیں آدمی راہ سلوک میں اپنے نفس پر لازم کرتا ہے ان سب میں بہتر مراقبہ اور محاسبہ ہے۔

ابن عطا فرماتے ہیں سب سے بہتر طاعت ہمیشہ مراقبہ حق ہے۔

مراقبہ کیا ہے

مراقبہ ایک دوسرے کو دیکھنے کو کہتے ہیں یعنی بندہ خدا اور اس کی صفات کو چشم تصور میں لائے۔ (احیاء العلوم از امام غزالی)

اہل تصوف مراقبہ سے مراد وہ حالت قلبی لیتے ہیں جو ایک قسم کی معرفت الہی ہے۔

حضرت شبلی ابوالحسین نوری کے پاس گئے۔ دیکھا وہ ایک گوشے میں چپ چاپ بڑی دلجمعی کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں۔ کوئی چیز ظاہر میں حرکت ہی نہیں کرتی۔ وہ بڑی توجہ اور انہماک سے مراقبہ کر رہے تھے۔ حضرت شبلی نے پوچھا: آپ نے یہ سکون کہاں سے سیکھا۔ انہوں نے فرمایا: ہمارے یہاں ایک بلی تھی۔ جب شکار کرنا چاہتی تو بلوں کے پاس گھات لگا کر بیٹھتی اور اپنا ایک بال تک نہ ہلاتی تھی۔ اس سے میں نے یہ طریق سیکھا اس لئے کہ بلی اگر ایسی صورت میں شکار پالیتی ہے تو ہم اپنے مولیٰ کو کیوں نہ پاسکیں گے۔

مراقبہ معرفت الہی ہے اور جو لوگ اس پر یقین کر نیوالے ہیں وہ مقرب ہوتے ہیں ان کی دو قسمیں ہیں: ایک صدیق اور دوسرا اصحاب۔ اس لئے ان کا مراقبہ بھی دو قسم کا ہوتا ہے۔ پہلا مراقبہ صدیقین کا ہے جو تعظیم اور بڑائی کے لئے ہوتا ہے۔ اس کی کیفیت یہ ہے کہ دل اس جلال کے ملاحظے میں ڈوب جاتا ہے پھر وہ کسی اور طرف التفات نہیں کرتا اور

دوسری قسم والے چونکہ اعمال دل پر منحصر کرتے ہیں اس لئے اس میں ہم نظر نہیں کر سکتے۔ مشائخ کے ہاں مراقبہ بہت مروج ہے۔ دل کو تمام تر توجہات سے ہٹا کر ذات باری تعالیٰ کی طرف ملتفت کیا جاتا ہے۔ اس قسم کے مراقبوں کے لئے نظر ناک پر رکھنے کی مشق کی جاتی ہے۔

مراقبہ سالک کے اندر ایک ایسی کیفیت پیدا کر دیتے ہیں جن کی وجہ سے اسے ایک ایسا مقام نصیب ہو جاتا ہے جسے کشف کہا جاتا ہے یعنی دل و دماغ اور انسان کی دوسری استعدادوں کو قوت گویائی نصیب ہو جاتی ہے۔ اس ضمن میں بعض مشائخ مراقبوں میں سالک کو کسی ایک نسبت کو ملحوظ نظر رکھنے کی تلقین کرتے ہیں۔

محاسبہ

سالک اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور قدم قدم پہ سوچے کہ وہ کس سمت جا رہا ہے کیا جو کچھ کر رہا ہے وہ درست ہے یا نہیں۔ اگر غلط راستہ پر چل رہا ہے یا اس سے کوئی غلطی ہو گئی، کوئی بھول ہو گئی، جس میں گناہ کی طرف التفات شہوت رانی یا محرمت کی طرف اس کی توجہ چلی گئی تو وہ اپنے آپ کا احتساب کرنے کے لئے خود کو ایسی سزا دے جو سراسر نیکی ہو اور اس میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی چاہے۔

بیعت اور اس کی اقسام

ہم نے گزشتہ صفحات میں اس بات کا بیان کر دیا ہے کہ مرشد کیوں ضروری ہے اور اب ہم بیعت کے حوالے کچھ تذکرہ کرتے ہیں تاکہ بیعت کی اہمیت واضح ہو۔ جب سالک مرشد تلاش کر لیتا ہے تو پھر مرشد اور شیخ کامل کے ہاتھ پر بیعت کی جاتی ہے۔ بیعت کی مختلف اقسام صوفیاء کے ہاں چلی آرہی ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱- بیعت توبہ۔ ۲- بیعت تبرک۔ ۳- بیعت تربیت جیسے بیعت تاکہ عزیمت بھی کہتے ہیں۔

۱- پہلی دو بیعتوں میں گناہ کبیرہ کو چھوڑنا اور صغیرہ پر اصرار نہ کرنا فرض واجبات کی ادائیگی۔ جو مرید طاعات پر مستعد نہ ہو گویا اس نے بیعت شکنی کر دی۔

۳- تیسری میں مجاہدات کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ مرید کا دل نور سکون سے منور ہو جائے اور قلب کی صفائی اس کا وطیرہ ہو۔ یہ بیعت شکنی اس وقت ہوگی جبکہ مرید نورانیت سے قبل مرشد کو چھوڑ دے۔

پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری نے اپنی کتاب سلوک و تصوف کا عملی دستور میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے حوالے سے لکھا ہے کہ تمام صحابہ میں بیعت براہ راست دست رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تھی اور اس دور میں بیعت کی کئی اقسام تھیں۔

(۱) بیعت قبول اسلام (۲) بیعت الخلافتہ (۳) بیعت اقامت ارکان دین
(۴) بیعت التمسک بالنہ والتقویٰ (۵) بیعت اجتناب عن البدعات (۶) بیعت الحجۃ
(۷) بیعت الجہاد (۸) بیعت السمع والطاعة (۹) بیعت المحبۃ۔

جو بیعت سلوک، تصوف میں مروج ہے وہ ان بیعتوں سے مختلف نہیں۔ صحابہ

کرام۔

بیعت کا ثبوت

حضرت عقبہ بن عبد سے مروی ہے:

بایعت رسول اللہ سبع بتعات فمن علی الکاعة واثنتن علی

المحبة

میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست اقدس پر سات بیعتیں کیں جن

میں پانچ اطاعت اور دو محبت پر تھیں۔ (سلوک و تصوف کا عملی دستور

ص ۳۱)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بیعت کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

فاعتم ان البيعت سنة وبست بواجبة لاق الناس بابعوالني

وتقربوا الى الله تعالى

جاننا چاہئے کہ بیعت کرنا سنت ہے واجب نہیں۔ صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت کرتے تھے اور اس سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے تھے۔ (القول الجلیل ۱۸ بحوالہ سلوک و تصوف کا عملی دستور)

شاہ صاحب نے دو چیزوں کو تائب کیا ہے کہ

بیعت سنت نبوی ہے۔ صحابہ کرام حضور کے ہاتھ پر بیعت کرتے تھے اور بدعت نہیں۔ صاف ظاہر ہے جو چیز سنت کا درجہ حاصل کر گئی اسے کسی طرح بدعت کہا جاسکتا ہے۔

۲- اور دوسری چیز بیعت اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہوتی ہے یعنی بیعت کرنے سے اللہ تعالیٰ کے قرب کا وسیلہ بن جاتی ہے۔

دوبارہ بیعت کا حکم

اگر کسی کا مرشد فوت ہو چکا ہو یا مرشد سے فیض حاصل نہ ہوتا ہو تو صوفیاء سے منقول ہے کہ وہ آدمی دوبارہ کسی اور مرشد سے بیعت کر سکتا ہے۔

بیعت کرنے کا طریقہ

خطبہ مسنونہ کے بعد آمنت باللہ اور کلمہ شہادت پڑھا جائے۔ پھر ارکان خمسہ اسلام کی تاکید کی جائے۔ پھر گناہوں سے بچنے کی تلقین اور پھر وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ پڑھے پھر دعا اور ذکر کی تلقین کرے۔ اگر سلسلہ کا نام نہ بھی لے تو کوئی حرج نہیں اگر لے لے تو بہتر ہے۔

عورتوں کو بیعت کرنے کا طریقہ

عورتوں کو بیعت کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مرشد ایک ہاتھ میں کپڑا پکڑ کر دوسرا سرا عورت کو پکڑائے اور پھر معمول بیعت ادا کرے۔ یہ عمل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی

تھا۔ زبانی بغیر کپڑے کے بھی بیعت کی جاسکتی ہے۔

حضرت عبدالعزیز شاہ صاحب شفاء العللیل کے حاشیہ پر لکھتے ہیں: میرے والد شاہ عبدالرحیم آیت وسیلہ سے ہی بیعت کا استنباط کرتے تھے جس سے بیعت مرشد بیعت مجاہدہ اور بیعت ریاضت بیعت جہاد مراد لیتے تھے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مختلف اوقات میں بیعت لی تھی۔

(حقیقت تصوف اور اتصال نقشبندیہ از قاضی حمید فضلی، ص ۱۰۰)



۱۔ تصوف کا بنیادی مقصد

تزکیہ نفس

سالک کا راہ طریقت پر چلنے کا بنیادی مقصد ہوتا ہے کہ نفس کو پاک کیا جائے اور نفس کی آلائشوں اور اس کے شر سے نجات حاصل کی جائے۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کشف المحجوب میں تحریر فرماتے ہیں: مختلف جماعتوں نے نفس سے مختلف مرادیں لیں مثلاً کسی نے نفس کو روح کہا، کسی نے جسم اور کسی نے خون لیکن صوفیاء کے نزدیک نفس سے مراد شر کا سرچشمہ اور برائی کا رہنما ہے چونکہ نفس ہمیشہ برے کاموں کی طرف اکساتا ہے اس کے اندر برے اخلاق جیسے تکبر، حسد، بغض، کینہ، بخل، غصہ اور دوسرے افعال جو شریعت اور عقل دونوں کے خلاف ہوں۔ جس طرح اس جہان میں فرشتے اور شیاطین، جنت اور دوزخ موجود ہیں بالکل اسی طرح انسانی جسم کے اندر نفس اور روح دونوں موجود ہیں ان میں سے ایک نیکی کا منبع ہے جبکہ دوسرا نفس برائی کا سرچشمہ ہے جس طرح قرآن مجید میں ذکر آیا ہے:

وَمَا أُبْرِيْ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَا مَارَةَ ۙ بِالسُّوْءِ (پارہ ۱۳)

میں اپنے نفس کو بری نہیں کرتا کیونکہ نفس تو بلاشبہ برائی کا حکم دینے والا ہے۔

کشف المحجوب میں حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رضی اللہ عنہ حضرت ابن عمر کے

حوالے سے لکھتے ہیں:

ایما امرء یشتہی شہوة فرد شہوتہ و اثر لآخر علی نفسہ

غفرلہ

جو شخص کسی چیز کی خواہش کرے پھر حاصل ہونے پر اس سے اپنا ہاتھ روک لے اور دوسرے شخص کو اپنے اوپر ترجیح دے تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور بخش دینگے۔

اس لئے نفس کی مخالفت کی ہی تمام عبادات اور مجاہدات کی اصل اور کمال اطاعت ہے اور بندہ نفس کی مخالفت کے بغیر حق تعالیٰ کی طرف رہنمائی پاسکتا ہے کیونکہ نفس کی مخالفت بندے کی نجات اور اس کی موافقت ہلاکت دیتا ہی ہے۔ حق تعالیٰ اس کی مخالفت کا ہی حکم دیا اور ان لوگوں کی تعریف کی ہے جو اس کی مخالفت میں کوشاں رہتے ہیں اس لئے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

اَفْکَلَّمَا جَاءَ کُمْ رَسُوْلٌ ۙ بِمَا لَا تَهْوٰی اَنْفُسُکُمْ اَسْتَكْبَرْتُمْ

کیا ایسا نہیں کہ جب کبھی کوئی رسول ایسے احکام لایا جنہیں تمہارے نفس نہیں چاہتے تھے تو تم اکڑ گئے۔

اسی آقا کے دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من عرف نفسه فقد عرف ربه

جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔

پس جو آدمی اپنے آپ کو نہیں پہچانتا وہ تمام چیزوں کی معرفت سے محروم رہتا ہے اور اس سے مراد انسانیت کی معرفت ہے۔

مجاہدہ نفس

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنُهْدِيْنَّهُمْ سُبُلَنَا

اور جو لوگ ہمارے بارے میں کوشش کرتے ہیں ہم ان کو اپنے راستے کیر

ہنمائی کرتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

المجاهد من جاهد نفسه في الله (كشف المحجوب، ص ۲۹۹)

مجاہد وہ ہے جس نے اللہ کے راستے میں اپنے نفس سے جہاد کیا۔

ایک اور مقام پہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

رجعنا من الجهاد الا صغرى الجهاد لا كبر قيل يا رسول الله

ما الجهاد لا كبر قال الا وهى مجاهدة النفس (بیہقی فی شعب الایمان)

ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹ آئے ہیں۔ عرض کیا گیا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہ بڑا جہاد کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ مجاہدہ نفس ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجاہدہ نفس کو جہاد پر ترجیح دی اس لئے کہ اس کی

تکلیف زیادہ ہے جہاد دشمن کو ہٹاتا ہے جبکہ مجاہدہ نفس کو مغلوب کرتا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى وَذَكَرَ سَمَ رَبِّهِ فَصَلَّى (الاعلیٰ ۸۷-۱۳)

بے شک اس نے فلاح پائی جس نے اپنے آپ کو پاک کر لیا اور اپنے رب

کے نام کا ذکر کرتا رہا اور پھر نماز پڑھتا رہا۔

ان آیات اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ پتہ چلا کہ تزکیہ نفس ذکر

الہی اور نماز سے بھی مقدم اس لیے نفس سراسر گناہ ہے اور نفس کو گناہ کی آلودگیوں سے

پاک کرنا مقدم ہے تاکہ جب انسان نفس مزکی (پاک نفس) کے ساتھ نماز ادا کرے اور

ذکر الہی میں مشغول ہو تو اسے بے ذوق سجدہ سے نجات مل جائے اور اسے ان عبادات کا

حقیقی لطف و سرور حاصل ہو جائے اور اس کی کیفیات و احوال اس قدر بدل جائیں اور

سجدے بعد اس کے ریشہ ریشہ سے یہ صدا آئے۔

کبھی اے حقیقت منتظر نظر آلباس مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں میری جبین نیاز میں

(علامہ اقبالؒ)

اس مقام پہ بندہ حدیث جبرائیل کا مصداق بن جاتا ہے اور وہ اپنے مولیٰ سے ہمکلام ہو جاتا ہے جو بھی نفس کی آلودگیوں سے پاک ہو کر محبوب حقیقی کے سامنے دست بستہ کھڑا ہو جائے اللہ سبحانہ اس کے باطن کو اپنے انوار و تجلیات سے منور فرما دیتے ہیں اور اس کی روحانی کیفیتیں اسے مقام حضوری تک لے جاتی ہیں۔

تو جب بندہ نفس کی تمام آلائشوں سے جیسے جھوٹ، دروغ گوئی، ریاکاری، منافقت، کبر و نخوت، غرور تکبر، حسد و کینہ، بغض و عناد، حرص و حوسن ان تمام چیزوں سے پاک ہو جاتا ہے اور اس کی جگہ خشوع و خضوع، تذلل و تواضع، نفع بخشی و فیض رسانی، فہم و ذکا، اور جو دو سخاء اور محبت الہی جیسے فضائل انسان کے قلب و باطن کو منور کر دیں تو ان کو تصوف کا پہلا مقصد حاصل ہو جاتا ہے کیونکہ تزکیہ نفس نام ہے اس کیفیت کا جو صحیح معنوں میں بندے کو اللہ کا بندہ بنا دیتی ہے اور پھر انسان کی جبین کسی غیر کی جھکنے کی بجائے صرف خالق حقیقی کی دہلیز پر جھکنے کا درس دیتی ہے اور اس کی طلب تمنا کسی اور درز کی طرف نہیں دیکھتی بلکہ صرف اور صرف در خدا کی طرف دیکھتی ہے۔

پھر وہ دنیا کی کسی طاقت کے سامنے نہ جھکتا نہ بکتا نہ لرزتا ہے نہ گھبراتا بلکہ اپنی دھن میں لگا رہتا ہے۔ اپنے مالک حقیقی کے سامنے جھکا رہتا ہے۔ دنیا کی تمام طاقتیں اور طوفان سرخس سرخس کر دم توڑ دیتی ہیں لیکن اس مرد حق پرست کے پائے ثبات میں ذرہ برابر لغزش پیدا نہیں ہوتی۔ کوئی سرشی اور کڑواہٹ اس کے عشق و محبت میں کمی نہیں کر سکتی اور یہ اللہ کا دیوانہ و مستانہ بزبان حال اٹھانے والے تمام طوفانوں اور آنتوں کو مسکرا کر جواب دیتا ہے۔

موج خوں سر سے گزر رہی کیوں نہ جائے!

آستاں یار سے اٹھ جائیں کیا!

۲- صفائے قلب

تصوف کا دوسرا بنیادی مقصد دل کی طہارت و پاکیزگی ہے جب نفس پاک ہو جاتا ہے تو اس کے اثرات دل پر بھی مرتب لیکن اس کے باوجود دل کی طہارت اور پاکیزگی کے لئے مزید مجاہدہ اور ریاضت کی ضرورت ہوتی ہے۔

جس طرح اگر کوئی گھر کی کیاری میں پودینہ اگانا چاہے تو اس کے لئے اسے جگر کی گوڈی کرنا اور پھر فالتو گنے والی جڑی بوٹیوں سے جگہ صاف کرنا ضروری ہوتا ہے کیونکہ پودینے کے ساتھ اگر فالتو جڑی بوٹیاں آگ آئیں تو پودینہ یا جو چیز آپ نے لگائی وہ کمزور ہوگی حتیٰ کہ جڑی بوٹیاں بڑھ کر اس پر حاوی ہو جائیں گی اور آپ کی لگائی ہوئی چیز کمزور ہو کر دب جائے گی اور آپ کو اس کے خاطر خواہ نتائج برآمد نہ ہوں گے۔ بالکل اسی طرح دل کی کیاری میں اگر آپ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا بیج بونا چاہیں تو دل کی کیاری کو گھٹیا داعیات و جذبات کو ختم کرنا ہوگا۔ پھر اللہ اور اس کے رسول کی محبت کا بیج جڑ پکڑے گا۔ اس کے لئے اپنے اندر سے غرور و تکبر اور انا نیت کو ختم کرنا ضروری ہے جب یہ چیزیں انسان کے دل سے ختم ہو جائیں گی تو پھر انسان کے دل میں رقت نری اور رافت پیدا ہوگی جو قلب کی صفائی اور اس کے منور ہونے کا باعث بنتی ہے۔

قلب کی صفائی کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گریہ و زاری اور رونا دھونا گناہوں کی معافی طلب کرنا سچے دل سے اس کی بارگاہ میں معافی کے لئے التجا کرنا جیسا کہ حدیث پاک میں ذکر آیا ہے۔

عن ابی ہریرۃ قال ان العبد اذا خطا خطبہ نکت فی قلبہ

سوداء فاذا هو نزع واستغفر وتاب صقل قلبہ وان عازید

فیہا حتی تعلق قلبہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد

فرمایا: بے شک بندہ جب غلطی کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کے دل میں سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے اگر وہ باز آ جائے اور توبہ و استغفار کرے تو اس کے دل کو صاف کر دیا جاتا ہے اور اگر وہ دوبارہ غلطی کرے تو اس سیاہی میں اضافہ کر دیا جاتا ہے حتیٰ کہ وہ اس کے دل چھا جاتی ہے۔

اگر دل پاکیزہ مطہر اور منور ہو تو پھر ایسا دل عرش بریں سے بہتر ہے اور ایسا دل اللہ تعالیٰ جلوه گاہ ہوتا ہے جیسا کہ حدیث پاک میں آیا ہے:

لا یتعنی ارضتی ولا سمانی ولکن یتعنی قلب عبدی المؤمن

(تفسیر مظہری، ۹: ۷۵)

میں زمین و آسمان کی وسعتوں میں نہیں سما سکتا لیکن اپنے بندہ مؤمن کے دل میں سما جاتا ہوں۔

جس دل میں اللہ تعالیٰ کے انوار سما جاتے ہیں وہ وہی دل ہوتا ہے جو ہر قسم کے زنگ اور آلودگی سے مصفی اور مزکی ہو جائے اور پاک و صاف دل کے لئے یہ اعزاز کم ہے کہ اس دل میں جلوه الہی کے انوار نور افشاں ہوتے ہیں۔ ایک اور حدیث پاک میں اس طرح آیا ہے۔

لکل شیء صقالة و صقالة القلوب ذکر اللہ (مکتوٰۃ الصانع)

ہر چیز کے لئے صیقل ہوتی ہے اور پلوں کا صیقل (صاف کرنیوالی چیز) اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔

اس حدیث پاک سے بھی یہ معلوم ہوا کہ دل کی طہارت اور پاکیزگی کے لئے اللہ تعالیٰ کا ذکر ضروری ہے۔ ذکر الہی ایک ایسی چیز ہے جو دل سے تمام آلائشوں کو اوزار آلودگیوں کو ختم کر کے اس کو مصفی اور مزکی بنا دیتا ہے۔ پھر وہ دل اللہ کے ذکر سے اور انوار الہی سے چمک اٹھتا ہے۔ پھر یہ فیض یافتہ دل جو اللہ تعالیٰ کے نور سے منور ہوتا ہے دوسرے لوگوں کو اس مجلی اور معلیٰ دل سے فیض حاصل ہوتا ہے۔

گویا جس طرح لوہے سے زنگ دور کرنے کے لئے اسے رگڑا جاتا ہے تا آنکہ وہ مصفی ہو کر چمکنے لگتا ہے اسی طرح ذکر الہی تزکیہ و تصفیہ قلب کا سبب ہے۔ قرآن حکیم بھی صفائے قلب کی تعلیم دیتا ہے اور یہی امر راہ تصوف کا دوسرا مرحلہ ہے۔

ولایت کا معنی و مفہوم

جان لو معرفت تصوف کے طریق کی اساس اور قاعدہ ولایت پر ہے اور اس کو ثابت کرنے کے معاملے میں تمام صوفیاء و مشائخ باہم متفق ہیں۔ تاہم ہر ایک نے ان کو الگ بیان کیا ہے۔ حضرت محمد بن علی الحکم ائمہ ولایت کو مطلق چھوڑنے کے لئے مخصوص ہیں۔ باقی ولایت کی واؤ پر زبر کے ساتھ لغت کے اعتبار سے تصرف کرنے کو کہتے ہیں اور ولایت ک واؤ پر زیر کے ساتھ دولت مندی کے معنی میں مستعمل ہے۔ نیز یہ دونوں فعل ولی کے مصدر ہیں۔ نیز ولایت ربوبیت بادشاہت کے معنی میں بھی آتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلَّهِ الْحَقِّ قِيَامَتِمْ فِي رُبُوبِيَةِ خَدَائِعِ بَرِّحَقِّ كَلِّ لَيْءِ۔ دوسرے معنی میں ولایت محبت کے لئے آتا ہے۔ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ۔ وہ نیک لوگوں سے محبت کرتا ہے۔

ولایت کی تشریح

لفظ ولی لوگوں کے درمیان مستعمل ہے اور کتاب و سنت بھی اس پر ناطق ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ
آگاہ رہو اللہ تعالیٰ کے اولیاء کونہ کوئی خوف لاحق ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

نَحْنُ أَوْلِيَاءُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ۔

اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا (البقرہ)

دنیا اور آخرت میں ہم ہی تمہارے ولی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مومنوں کا دوست ہے۔

پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

ان من عباد الله لعباد يخطبهم لانبیاء والشهداء قيل من هم
یا رسول الله حلهم كنا لعلنا نحهم قال قوم تحابوا بروح الله
غیر اموال ولا اکتساب وجوههم نور علی منابر من نور
لا یخافون اذا خاف الناس ولا یحزنون اذا حزن الناس ثم تلا
آلا ان اولیاء الله

بے شک اللہ کے بندوں میں سے بعض بندے ایسے ہیں جن پر انبیاء اور
شہداء رشک کریں گے۔ صحابہ نے عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم! ہمیں ان کے اوصاف بتائیں تاکہ ہم ان کے ساتھ محبت کریں۔ آپ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ لوگ بغیر دنیوی منفعت کے محض اللہ
تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ قیامت
کے دن ان کے چہرے نورانی ہوں گے اور وہ نور کے منبروں پر بیٹھے ہوں
گے۔ انہیں کوئی خوف لاحق نہ ہوگا جب دوسرے لوگ خوفزدہ ہوں گے
انہیں کوئی غم نہیں ہوگا۔ جب دوسرے لوگ غمگین ہوں گے پھر آپ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت کریمہ پڑھی۔ خبردار اللہ کے دوستوں کو کوئی غم اور
خوف نہ ہوگا۔ (کشف المحجوب ص ۳۱۹-۳۲۹)

- ولی اللہ اور ولی العبد

لفظ ولی کی دو صورتوں کی وضاحت

۱- ولی اللہ۔ جبکہ لفظ ولی کا مضاف الیہ اللہ ہو۔

۲- ولی العبد جب لفظ ولی کا مضاف الیہ عبد ہو (یعنی بندہ)

۲- ولی العبد

اللہ رب العزت بندے کا ولی ہے اور ولی العبد کے معنی میں یہ ظاہر ہوا کہ بندے نے اپنے تمام ارادے اپنی مرضی اور اپنے تمام معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیئے۔ اب اللہ تعالیٰ بندے کا ولی ہو گیا۔ اس لئے کہ بندے اپنے تمام معاملات اللہ تعالیٰ کو تفویض کر دیئے اور اعلان کر دیا۔

وَأَفْوِضُ أَمْرِي إِلَى اللَّهِ (غافر: ۴۰-۴۱)

میں اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔

چونکہ ولی کے معنی کے اعتبار سے اللہ بندے کا بادشاہ اور حکمران ہوا اور بندے نے اپنے تمام کام اپنا مرنا، جینا، اٹھنا، سونا اپنی مرضی اپنا اختیار و ارادہ سب کچھ اپنے مالک کے سپرد کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے قبول کر کے فرمایا چونکہ اس نے سب کچھ میرے سپرد کر دیا ہے اس لئے اس کے تمام معاملات میں خود نبھاؤں گا۔ کیونکہ وہ اس بات کا مصداق ہوتا ہے۔

مَنْ كَانَ لِلَّهِ كَانَ لِلَّهِ

جو اللہ کے لئے ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا ہو جاتا ہے۔

۳- ولی اللہ

جب بندہ اپنے تمام احوال اللہ کے سپرد کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب نوافل ادا کر کے حاصل کر لیتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے چونکہ اس بندے نے تمام معاملات میرے سپرد کر دیئے اور میری بندگی کر کے میرا قرب حاصل کر لیا۔ اب میں اپنے تصرفات بندے کے سپرد کر دیتا ہوں میں سننے کے لئے اس کے کان بن جاتا ہوں، میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں وہ میرے ساتھ چلتا ہے۔ میں اس کی نگاہیں بن جاتا ہوں وہ میرے ساتھ دیکھتا ہے میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ کام کرتا ہے۔ (بخاری شریف)

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے بندے! جو تیرا فیصلہ ہوگا وہ میرا فیصلہ ہوگا۔ جو تیرا کہنا

ہوگا وہ میرا کہنا ہوگا۔ جو تیرے ساتھ عداوت رکھے گا وہ میرا دشمن ہوگا اور میرا اس کے ساتھ اعلان جنگ ہے کیونکہ اس کا معاملہ اس کا معاملہ نہیں بلکہ وہ میرا معاملہ ہے اس سے محبت کرو گے تو مجھ سے محبت ہوگی اس سے دشمنی کرو گے تو مجھ سے دشمنی ہوگی اس لئے وہ میرا بندہ بن گیا اور اپنے معاملات میرے سپرد کر دیئے اب میں اس کا ولی اور دوست ہو گیا ہوں۔

حضرت اولیس قرنی اور مقام ولایت

ایک شخص حضرت اولیس قرنی کی زیارت کے لئے حاضر ہوا تو اس نے عجیب معاملہ دیکھا کہ حضرت اولیس قرنی نماز پڑھ رہے ہیں اور ایک بھیڑیا بکریوں کی حفاظت کر رہا ہے۔ نماز سے فراغت کے بعد اس نے معاملہ پوچھا تو حضرت اولیس قرنی نے فرمایا: سیدھی سی بات ہے میں رب کے کام میں لگ گیا تو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو میرے کام پہ لگا دیا تو پتہ چلا کہ ولی وہ ہوتا ہے جس نے اپنے معاملات اللہ کے سپرد کر دیئے ہوں اور پھر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے معاملات اپنے ولی کے سپرد کر دیتا ہے۔



پانچواں باب

شریعت اور طریقت کا باہمی تعلق کل اور جزو کے تعلق کی مانند ہے۔
 شریعت حقیقت میں کل کا درجہ رکھتی ہے اور طریقت اس کا ایک جزو ہے۔
 شریعت بنیادی طور پر تین علوم کا مجموعہ ہے۔

۱۔ علم الکلام یا علم العقائد

یہ علم انسانی عقائد و نظریات سے بحث کرتا ہے۔ ایمان کے تمام علمی تقاضوں کی تفصیل مہیا کرتا ہے اور باطل خیالات اور تصورات کی تردید کرتا ہے۔ یہ شعبہ دین کی اصل ہے اور یہی شعبہ جب ایک باقاعدہ صورت میں آگے بڑھتا ہے اسلامی عقائد کو مختلف فکری و نظریاتی عوارض سے محفوظ رکھتا ہی اور اس سے ٹکرانے والے ہر نظریے کا اعلان کرتا ہے تو یہ ایک باقاعدہ فن یعنی علم الکلام یا علم العقائد کہلاتا ہے۔

۲۔ علم الاحکام

یہ علم انسان کی عملی زندگی سے بحث کرتا ہے جس سے اسے علم ہوتا ہے کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کن کاموں کی اجازت فرمائی ہے اور کن کاموں سے منع فرمایا ہے۔ یہ علم طلب اباحت اور وضع پر مبنی شرعی احکام بیان کرتا ہے۔ یہی علم فقہ کا موضوع ہے اور اس کام مکلف افراد کی ظاہری زندگی کی اصلاح ہے۔

۳۔ علم الاخلاص

یہ علم انسان کے نفس اور اس کے قلب و باطن کے تزکیہ اور تطہیر سے بحث کرتا ہے۔ انسانی عمل کی باطنی اصلاح حسن نیت اور کمال اخلاص کے طریقے اور ضابطے کی تفصیل مہیا کرتا ہے اور حدیث جبرائیل میں جو کہ بخاری شریف موجود ہے اس میں درجہ احسان

کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ یہ علم اس درجہ احسان پر فائز کرنے کا سلیقہ سکھاتا ہے۔ اسی سے ایمانی معارف اور روحانی لطائف کا دروازہ کھلتا ہے۔ یہی علم تصوف اور علم طریقت کا موضوع ہے۔ شریعت کا لفظ چونکہ اسلام کے پورے نظام و عمل کو محیط ہے اس لیے طریقت شریعت کا ایک اہم رکن ہے۔ شریعت اور طریقت کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ بعض لوگ طریقت اور تصوف کے عنوان اور اصطلاح کے جدید ہونے کے باعث غلط فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ عنوان اور اصطلاح تو فقط کسی مضمون میں ذکر کیے گئے مندرجات کی نشاندہی کے لئے ہوتی ہے۔ وہ مقصود بالذات نہیں ہوتی اصل مقصود تو نفس مضمون ہوتا ہے۔ وہ قرآن و سنت پر مبنی ہونا چاہئے کسی اصطلاح کے قدیم یا جدید ہونے سے نفس مضمون پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے۔ قرآن و حدیث سے ماخوذ مروجہ اور متداولہ علوم ان کی ہزاروں فنی اصلاحات جو آج دینی فنون کے طور پر پڑھائی جاتی ہیں سب کی سب بعد میں وضع کی گئی ہیں۔ عہد رسالت یا عہد صحابہ میں موجود نہیں تھیں لیکن نفس مضمون جس کو سمجھنے کے لئے وضع کی گئیں فی الحقیقت وہی ہے جو مقصود بالذات ہے (یعنی قرآن و سنت) اس لئے ان اصطلاحات کی قبولیت مشروعیت یا افادیت کا کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔ یہی معاملہ باقاعدہ طریقت اور تصوف کی اصطلاحات کا ہے کیونکہ ان کا نفس مضمون بھی قرآن و سنت پر مبنی ہے (جو ہم نے پچھلے صفحات میں ذکر کر دیا ہے) ان کا مقصود و مطلوب بھی قرآن و سنت سے ماخوذ ہے اس لئے شریعت میں ان کی ضرورت و اہمیت پر زور دیا جاتا ہے۔

علوم اللسان اور علوم الایمان

شیخ شہاب الدین سہروردی اپنی کتاب عوارف المعارف میں علم کے بارے میں بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ علوم الاسلام علوم اللسان ہیں اور علوم الایمان علوم القلوب ہیں۔ علوم الاسلام اور علوم اللسان (زبان) کو وہ علمائے کا علم قرار دیتے ہیں جو صرف بحث و نظر اور استدلال سے درجہ یقین کو پہنچے ہیں جبکہ علم الایمان اور علم القلب کو

صوفیاء کا علم قرار دیتے ہیں جو حق الیقین کے درجے پر فائز ہیں اور اس کی مثال ایسے ہے کہ علماء کا علم دودھ کی طرح ہے جسے ہم یقین و ایمان سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ اصل وحی ہے اور صوفیاء کا علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقامات مشاہدہ سے ہے اور یہ عین الیقین اور حق الیقین ہے اور اس کی مثال مکھن کی ہے جو دودھ سے حاصل کیا گیا۔ صوفیاء کا علم مشاہدات کی بنا پر علم یقین کے مرتبہ سے بڑھ کر عین الیقین اور حق الیقین کی منزل پر پہنچ جاتا ہے تو علم الیقین سے مراتب بلند ہے۔ (عوارف المعارف ص ۱۸۵)

انسان کی مادی اور روحانی محنت کا ثمر

اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ہر شے کو انسانوں کے لئے مسخر کر دیا ہے اور اس کا تذکرہ قرآن مجید میں کئی مقامات پر کیا گیا ہے۔ سَخَّرَ لَكُمْ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ (ابراہیم ۳۳) اور ہم نے سورج اور چاند تمہارے لئے مسخر کر دیئے ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ (الحج ۶۵) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ زمین میں جو کچھ ہے اللہ نے تمہارے لئے مسخر کر دیا۔ اسی طرح بارش بادل ہوائیں سرسبز کھیت مہکتے باغ ہرے بھرے درخت لذیذ پھل رنگ برنگے پھول مختلف میوے جانور پرندے فلک بوس پہاڑ خوبصورت آبشاریں کانیں معدنیات ذخائر زمین کے خزانے میں جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے مسخر کر دیا ہے۔

اب انسان نے اس مادی کائنات کو حاصل کرنے کے لئے علم حاصل کیا اور اس مادیت پر محنت کی تو اس مادی محنت کا نتیجہ یہ ہوا کہ انسان نے زمین کا قلب و جگر چاک کیا۔ کوئیں بنائے راستے بنائے معدنیات کے ذخائر اراضی خزانوں و ذخائن کے راز افشا کئے۔ انسان جب اس مادی دنیا پر محنت کی تو سمندروں کے جگر چیر ڈالے۔ کبھی لاکھوں من وزنی جہاز ان کی تہہ پر چلائے اور کبھی ان کا روپ بدل کر انہیں ہواؤں بلکہ خلاؤں میں محو پرواز کر دیا۔ کبھی اس نے سورج کی بکھری ہوئی تمازت کوشیشوں میں گرفتار کر لیا اور کبھی پانی کو پانی سے ٹکرا کر بجلی تخلیق کر دی۔ جب چاہا تو اسے تانبے کی تار میں مجبوس کر دیا

گویا خشکی و تری اور عالم پست و بالا کی ساری کائنات انسان ہی کے اشارہ چشم و ابرو کے تابع دکھائی دیتی ہے۔ کائنات کی یہ آفاقی تابعیت تو محض مادی انسان کے لئے ہے جس نے مادیت پر محنت کی اور مادی علوم حاصل کیے اسے یہ سب کچھ حاصل ہو گیا۔

تو جب انسان روحانیت پر محنت کرتا ہے تڑکیہ نفس کرتا ہے۔ قلب و روح کو طاقتور بناتا ہے تو وہ ایک روحانی انسان بن جاتا ہے۔ پھر کائنات کی دیدہ و نادیدہ طاقتوں کو اپنے زیر دست کر لیتا ہے۔ ایک روحانی انسان جب اپنی روحانی قوت کو طاقتور کرتا ہے تو اس کا تصرف مادی انسان سے ہزار ہا گنا بڑھ جاتا ہے کیونکہ اس کی قوتوں کا سرچشمہ مادی جسم نہیں بلکہ روح ہے۔ جسم کو عالم خلق سے نسبت ہے اور روح کو عالم امر سے نسبت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک روحانی انسان سے کرامت کا ظہور ہوتا ہے اور روحانی انسان (عمر فاروق) مدینہ میں ممبر نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یا ساریہ الجبل کی آواز بلند کرتا ہے تو بغیر سپیکر اور ٹیلیفون کے عراق میں نہاوند کی پہاڑیاں اس آواز سے گونج اٹھتی ہیں۔

جب روحانی انسان (حضرت ابراہیم) وادی مکہ میں کھڑے ہو کر اعلان حج کی ندا دیتا ہے تو عالم انسانیت کا گوشتہ گوشہ بلکہ ماؤں کے رحموں میں بچے آپ کی آواز کو سن لیتے ہیں۔ یہی روحانی انسان (آصف بن برخیا) توجہ کرتا ہے تو بغیر جہازوں کے تکت سلیمانی فضاؤں اور خلاؤں میں پرواز کرنے لگتا ہے۔ یہی روحانی انسان زمین پر چلتا ہے تو اس کے قدموں کی آہٹ سے جنت کی فضا میں شب معراج گونج اٹھتی ہیں۔ یہی روحانی انسان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب عازم سفر ہوتا ہے تو چشم زدن میں مکان اور لامکاں کی سیر کر کے واپس آ جاتا ہے۔ یہی روحانی انسان چاند کو دو لخت اور ڈوبے ہوئے سورج کو واپس پلٹا دیتا ہے۔ الغرض کائنات کی وسعتیں اس کے سامنے رائی کے دانے سے بھی کم وسعت رکھتی ہیں اور یہ سب کچھ مادیت کو چھوڑ کر روحانیت پر محنت کرنے اور روحانی طاقتوں کو اجاگر کرنے سے حاصل ہوتا ہے پھر روحانی انسان سے کرامتیں اور معجزے ظہور پذیر ہوتے ہیں۔

جدید علم کلام اور کرامت

کرامت کو سمجھنے کے لئے ہم مقناطیس کی مثال لیتے ہیں۔ مقناطیس بنانے کا ایک خاص طریقہ ہے کہ لوہے کی سلاخ سے برقی روزگزاری جاتی ہے اور اس سے اس کی ساری برقی مزاحمت Electrical Resistance ختم کر دی جاتی ہے۔ صوفیاء کی زبان میں اسے تزکیہ کہتے ہیں جس طرح قرآن مجید میں آیا ہے:

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى (الاعلیٰ ۱۳)

بے شک وہ کامیاب ہو گیا جو نفس کی آلائشوں اور آلودگیوں سے پاک ہوا

ایم۔ آر۔ آئی

جب برقی مزاحمتوں کو ختم کر کے لوہے کی سلاخ سے برقی روزگزاری جاتی ہے تو وہ مقناطیس Magnet بن جاتا ہے۔ پھر اس کو Magnet یعنی مقناطیس کو ایک خاص پروسیس سے گزارا جاتا ہے تو وہ Electro Conducting magnet بن جاتا ہے پھر اس کو ایک اور پروسیس سے گزار کر M.R.I. مشین بنا دیا جاتا ہے۔ M.R.I. ایک Magnet سے بنی ہوتی ہے جب اس مشین کو مریض کے سامنے رکھا جاتا ہے تو اس کے جسم کی تمام چیزوں سے پردے اٹھ جاتے ہیں اور اس سے وہ کچھ نظر آنے لگتا ہے جو بظاہر ہر انسان نہیں دیکھ سکتا۔ بالکل اسی طرح جو لوگ تزکیہ نفس اور تصفیہ باطن کی راہ اختیار کرتے ہیں ان پر سے بصورت کشف پردے اٹھا دیئے جاتے ہیں۔ وہ کشف سے توجہ کرتے ہیں تو بزور بائیل تک ان کی نگاہ کام کرتی ہے جس طرح عام آنکھ بغیر M.R.I. کے جسم کے اندر کچھ نہیں دیکھ سکتی اور M.R.I. سے بدن کے اندر کے سارے حالات سامنے آ جاتے ہیں ایسے ہی عام آدمی جو وہ نہیں دیکھ سکتا وہ ایک روحانی انسان جس نے تزکیہ نفس کر لیا وہ چیزیں جو مغیبات میں سے ہیں ان کو دیکھ لیتا ہے۔

ترکیہ و ریاضت سے حیات بخشی تک

اس مسئلے کو سمجھنے کے لئے ہم ایک اور مثال لیتے ہیں۔ مقناطیسی Magnet کو ایک خاص پروسیس کے ذریعے اس قابل بنا دیا جاتا ہے کہ ان سے بجلی پیدا ہونے لگتی ہے جو حرارت اور روشنی پیدا کرنے کا سبب بنتی ہے اور جب یہ بجلی حرکی توانائی (Mechanical Energy) میں منتقل ہوتی ہے تو چیزوں کی حالت بدلنے لگتی ہے اور مردہ جسم حرکت کرنے لگتے ہیں۔

اس کی سادہ سی مثال پلاسٹک کی گڑیا ہے جس کو بیٹری سے چارج کیا جائے یا اس میں سیل ڈالا جائے (جو مقناطیس کے ذریعے بنتا ہے) تو وہ متحرک ہو جاتی ہے اور مختلف آوازیں بھی نکالتی ہے تو یوں مادی کائنات میں بیٹری سیل کا نظام مردہ اجسام کو زندگی اور حرکت دیتا ہے اسی طرح روحانی دنیا میں اولیائے کرام کی روحانیت اپنے تکمیلی پروسیس سے گزرتی ہے تو جس مردہ دل پر ان کی نظر پڑتی ہے وہ زندہ ہو جاتا ہے وہ مردہ لوگ صحبت اولیاء سے فیض پا کر زندہ ہو جاتے ہیں۔ (شان اولیاء از ڈاکٹر طاہر القادری)

الٹراساؤنڈ

آواز کی لہروں سے زیادہ تیز لہروں سے جسم کی اشیاء ظاہر ہو جاتی ہیں اسی طرح اللہ ہو کے ذکر سے جب اس میں گماں پیدا ہوتا ہے تو انسان وہ دیکھ لیتا ہے جو دوسرے نہیں دیکھ سکتا۔

قرآن مجید سے ثبوت

اس بات کا ثبوت حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات کے حوالے سے ملتا ہے جس میں ایک مقام پہ مردہ مچھلی جو حضرت موسیٰ کے ناشتہ دان میں تھی زندہ ہو کر دریا میں کود جاتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ

سو جب وہ دونوں دو دریاؤں کے سنگم کی جگہ پر پہنچے تو وہ دونوں اپنی مچھلی وہاں بھول گئے۔ پس وہ (تلی ہوئی) مچھلی دریا میں زندہ ہو کر سرنگ کی طرح راستہ بناتے ہوئے نکل گئی۔

یوں اولیاء اللہ کا وجود مسعود حیات بخشی کا مظہر ہوتا ہے اور وہ مردوں میں زندگیاں بانٹنے پر مامور ہوتے ہیں۔

کرامات کا اثبات

کرامات اولیاء کتاب و سنت صحابہ کرام اور تابعین کے آثار سے ثابت ہیں اور اہل سنت و الجماعت کے جمہور علماء نے ان کو تسلیم کیا ہے خواہ ان کا تعلق فقہائے ہو یا محدثین سے اصولیین سے ہو یا مشائخ سے۔ اگرچہ ان کی تفصیل اخبار احاد کے ضمن میں آتی ہے اور ان کا انکار صرف اہل بدعت نے کیا ہے جن کا ذات باری تعالیٰ پر ایمان کمزور ہے۔

کتاب اللہ سے اس کی دلیل

اصحاب کہف کا ۳۰۹ سال تک غار میں حالت نیند میں آفات و مصائب سے محفوظ رہنا اللہ تعالیٰ کا سورج کی گرمی سے ان کی حفاظت فرمانا تھا۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ تَزْوُرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَتْ تَقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ (کہف: ۱۷)

اور تو دیکھے گا سورج جب ابھرتا ہے تو ہٹ کر گزرتا ہے ان کے غار سے دائیں جانب اور جب وہ ڈوبتا ہے تو بائیں طرف کتراتا ہے۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کو سلامت رکھا جو کہا اللہ کے ولی اور برگزیدہ تھے جن کا ذکر تفصیل کے ساتھ سورہ کہف میں کیا گیا ہے۔

اولیاء اللہ کا کتاب بھی سلامت رہا

اصحاب کہف کے ساتھ ان کا ایک کتاب بھی مقاتین سو نو ۳۰۹ سال تک ان کا کتاب غار

کے دہانے پر پاؤں پھیلائے ان کی حفاظت پر مامور رہا۔ جس کا ذکر اس طرح آیا ہے:

وَ كَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ ط (کہف: ۱۸)

اور ان کا کتا چوکھٹ پر اپنے دونوں پاؤں پھیلائے (بیٹھا) ہے۔

تو ان آیات کریمہ سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کے ساتھ

رہنے والا اگر کتا بھی ہو تو وہ بھی سلامت رہتا ہے اور فیض سے محروم نہیں ہوتا۔

۲- حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے جب کھجور کے خشک تنے کو ہلایا تو سر سبز ہو گیا اس

سے تازہ کھجوریں گریں حالانکہ وہ کھجوروں کا موسم نہیں تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ هَزَمْنَا إِلَيْكَ بَجْدِ النَّخْلَةِ تَسْقِطُ عَلَيْكَ رَطْبًا جَنِيًّا ۝ (مریم: ۲۵)

اور بلاؤ اپنی طرف کھجور کے تنے کو گرنے لگیں گی تم پر پکی ہوئی کھجوریں

حضرت مریم اللہ تعالیٰ کی نیک اور برگزیدہ بندی تھی جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے

اپنے نظام کو بدل کر اس کے لئے موسم کے علاوہ اسے تازہ پھل عطا کیے تھے۔ سورۃ مریم

میں اس کا ثبوت موجود ہے۔

۳- حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر آصف بن برخیا کا قصہ بھی قرآن مجید

میں موجود ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْكَ

طَرْفُكَ ط (نمل: ۳۰)

عرض کی اس نے جس کے پاس کتاب کا علم تھا۔ میں لے آتا ہوں اسے

آپ کے پاس اس سے پہلے کہ آپ آنکھ جھپکیں۔

تو آصف بن برخیا نے ملکہ بلقیس کا تخت آنکھ جھپکنے سے پہلے حضرت سلیمان کی

خدمت میں پیش کر دیا تھا۔ قرآن مجید سے اس کا ثبوت ہے۔

حدیث سے دلیل

۱- بخاری و مسلم میں جرتح عابد کا قصہ موجود ہے جس پر تہمت لگی اور بچے نے بول

کر اس کے بری ہونے کا اعلان کیا۔

۲- ان تین افراد کا مقصد بھی موجود ہے جو بارش سے ڈر کر غار میں داخل ہوئے تو غار کا منہ بند ہو گیا اور پھر ان کی نیک اعمال کے تصدق سے کی گئی دعاؤں سے غار کا منہ کشادہ ہو گیا۔

۳- اس گناہگار اور سو آدمیوں کے قاتل کا تذکرہ بھی بخاری شریف میں موجود ہے: جس کو اللہ کے ولیوں کی طرف جانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف فرما دیا تھا۔



شطحیات

بعض اوقات صوفی سے خلاف شرع کام سرزد ہو جاتے ہیں۔ ان کو شطحیات کہا جاتا ہے اور یہ شطح کی جمع ہے۔ اس تفصیل میں ہم بیان کریں گے یہ کیسے ہو سکتا ہے اور شرع میں اس کی کیا حیثیت ہے۔

صاحب عوارف المعارف نے اپنے مرشد شیخ ابوالنجیب اسہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”ابنائے آدم پر شیطان اور فرشتے دونوں اثر انداز ہوتے ہیں۔ شیطان اس کے اندر برائی ڈالتا ہے اور حق کی تکذیب کراتا ہے اور فرشتہ بھلائی کا وعدہ کراتا ہے اور حق کی تصدیق کراتا ہے۔ پس اگر انسان کو بھلائی ملے تو وہ سمجھ لے کہ من جانب اللہ اور وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور اگر شیطانیت اس پر اثر انداز ہو تو اللہ تعالیٰ کے حضور شیطان سے پناہ مانگے۔“

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آئیہ کریمہ تلاوت فرمائی:

الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاءِ

شیطان تم سے فقر کا وعدہ کرتا ہے اور بدکاری کا حکم دیتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ان اچھے برے اثرات کو معلوم کرنے کی وہی انسان کو شش کرتا

ہے اور ان وسوسوں خطرات وہی آدمی تمیز کرتا ہے جو طالب صادق ہے اور اس کو اس معرفت کی ایسی ہی طلب ہو جیسے ایک پیاسا پانی کا طلبگار ہوتا ہے۔ ایسا شخص ان خطرات اور وسوسوں اور فلاح و اصلاح کو اپنی طرح جانتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ ان وسوسوں اور اندرونی مصلحتوں کو وہی لوگ معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو مقررین بارگاہ الہی اور ارباب یقین کے راستے پر گامزن ہوتے ہیں۔

کسر نفسی / ملامت

بعض اوقات صوفیاء میں کچھ ایسے لوگ ہوتے ہیں جو بظاہر ہر شریعت کے امور کو ملحوظ نہیں رکھتے۔ ان کا یہ عمل کسر نفسی کے لئے ہوتا ہے تاکہ مخلوق کی توجہ ان سے ہٹ جائے اور وہ یکسوئی کے ساتھ اپنے مولا کی یاد میں محو رہیں۔ اس کی مثال حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے کہ ایک دفعہ آپ سفر حجاز سے واپس تشریف لارہے تھے۔ ایک شہر سے گزر رہا تو شہر میں شور ہوا کہ بایزید بسطامی تشریف لاتے ہیں۔ شہر کے تمام لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ آپ کو عزت و تکریم کے ساتھ شہر میں لائیں۔ آپ نے دیکھا کہ شہر کے لوگ ان کے پاس حاضر ہو گئے ہیں اور ان کا دل ان کی رعایت میں مشغول ہو گیا ہے اور توجہ حق تعالیٰ سے ہٹ گئی اور آپ پریشان ہو گئے۔ جب آپ بازار میں پہنچے تو اپنی آستین سے روٹی نکالی اور کھانے لگے چونکہ رمضان کا مہینہ تھا اس لئے لوگ آپ سے ہٹ گئے اور آپ کو تنہا چھوڑ دیا۔ حالانکہ آپ مسافر تھے اور حالت سفر میں روزہ چھوڑنے کی رخصت شریعت نے دے رکھی۔ تو بظاہر آپ نے شریعت کو چھوڑ کر لوگوں سے چھٹکارا حاصل کر لیا اور توجہ حق تعالیٰ کی طرف مرکوز کر لی۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب کشف المحجوب میں لکھتے ہیں کہ ایسی حالت میں حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو ایسا ہی کرنا چاہئے تھا جو بظاہر خلاف عادت ہو اور لوگ اس سے نفرت کریں۔

سکر و صحو

سکر روحانی حال کے غلبہ کا نام ہے اور تہذیب اقوال اور ترتیب افعال کی جانب سکر سے واپس آ جانے کا نام صحو ہے۔

شیخ خفیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سکر دل کا ایسا جوش و خروش ہوتا ہے جو ذکر محبوب کے مارضات کے موضع پہ پیدا ہوتا ہے (جب محبوب حقیقی کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس ذکر سے دل میں جو جوش و خروش پیدا ہوتا ہے وہ سکر ہے۔

السكر غلبان القلب عند معارضات ذكر المحبوب
شیخ واسطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وجد کے مقامات چار ہیں۔

۱- ذمول ۲- حیرت ۳- سکر ۴- صحو

ان مقامات اور مراتب کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص سمندر کا حال سنے۔ پھر وہ سمندر کے قریب جائے پھر وہ سمندر میں داخل ہو جائے۔ اس کے بعد وہ سمندر کی لہروں میں گھر جائے۔ اس تمثیل کے مطابق جس کسی میں حال کا کچھ اثر باقی رہتا ہے اس پر سکر کا اثر باقی رہتا ہے اور جسکی ہر چیز اپنے مقام پر لوٹ آئے اس وقت ”حالت“ صحو کی ہوتی ہے۔

پس سکر ہر ایک کے لئے نہیں صرف ارباب قلوب کے لئے ہے اور صحو ان کو نصیب ہوتا ہے جن پر دینی حقائق کا انکشاف ہوتا ہے۔

محو اثبات

نفس کے اوصاف کو دور کر دینا محو ہے اور جب اہل صحبت کے لئے جام گردش میں لائے جائیں تو یہ اثبات ہے تو محویت ایک مقام ہے جہاں پر بندہ اپنی ذات کو بھول جاتا ہے اور حق تعالیٰ کے ساتھ تعلق قائم ہو جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کے اوصاف سابقہ کو محو کر کے از سر نو اس کی ذات کو استقرار عطا فرماتا ہے۔ شیخ ابن عطا فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ

ان کے اوصاف کو مٹاتا ہے یہ محو ہے اور اگلے اوصاف کو برقرار رکھتا ہے یہ اثبات ہے۔ تو یہ ایسی صورتیں ہیں جن میں سالک اپنی ذات سے بیگانہ ہو جاتا ہے اور اسے اپنے احوال پر قابو نہیں ہوتا۔ ایسی صورت میں اگر صوفی اور سالک سے کوئی ایسی بات سرزد ہو جائے جو بظاہر شریعت کے مخالف ہو تو اس پر پکڑ نہیں ہوتی اس لیے کہ وہ جذب کی کیفیت میں ہوتا ہے۔

ایسے ہی اقوال میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کیفیت کا تذکرہ حدیث پاک میں آیا ہے بلکہ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ بعض اوقات آذان ہوتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ متغیر ہو جاتا اور وہ ہمارے درمیان ہوتے اور ہمیں نہ پہنچانتے۔

اسی طرح ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لے گئے اور اپنے مولا کی یاد میں محو ہو گئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے گئی تو آپ نے میرے قدموں کی آواز سن کر پوچھا: من انت (تو کون ہے) میں نے عرض کیا: انا عائشہ یا رسول اللہ۔ میں عائشہ ہوں اے اللہ کے رسول۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: من عائشہ، کون عائشہ۔ میں نے عرض کیا: بنت ابی بکر، ابو بکر کی بیٹی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: من ابو بکر۔ ابو بکر کون۔ میں نے عرض کیا: ابن ابی قحافہ، ابو قحافہ کا بیٹا۔ حضور نے پھر پوچھا: من ابو قحافہ، کون ابو قحافہ۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: میں ڈر گئی اور خاموش ہو گئی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایسی محویت کی کیفیت طاری تھی کہ اپنی بیوی جس سے سب سے زیادہ پیار کرتے تھے اور اپنے پیار کو نہیں پہنچانا تو یہ محویت کی کیفیت تھی جس نے آقائے دو عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا و مافیہا سے بیگانہ کر دیا اور اپنے مولا کی محبت اور یاد میں محو ہو گئے۔

عقیدہ حلول رکھنے والے

کچھ لوگ ایسے ہیں جو حلول کا عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان میں حلول کرتا ہے

اور یہ حلول ہر ایک جسم میں نہیں ہوتا بلکہ وہ جن جسموں کو پسند کر لیتا ہے ان میں حلول کرتا ہے اور یہ عقیدہ عسائیوں کے مدہوت و ناسوت کے نظریہ سے ماخوذ ہے (بعض صوفیاء ایسے ہیں جو خوبصورت چیزوں پر نظر کرنا مباح سمجھتے ہیں) اس سلسلہ میں کچھ اشارے ان کو بعض صوفیاء کے ان کلمات سے ملے ہیں جو ان کی زبان سے غلبہ کی صورت میں نکل گئے ہیں جیسے منصور حلاج کا انا الحق کہا۔ جس طرح بایزید بسطامی نے قول سبحانی سے ظاہر ہوتا ہے۔ خدا نہ کرے ہمارا عقیدہ ہو کہ ابو یزید کی زبان سے سبحانی اعظم شانی۔

ایسے کلمات اپنی ذات کے بارے میں نکلے ہوں بلکہ بات یہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا قول نقل کیا ہوگا ایسا ہی حلاج کے بارے میں قیاس کرنا چاہئے کہ انہوں نے بھی بطور قول یہ بات کہی ہوگی۔ (عوارف المعارف ۲۲۸)

اللہ تعالیٰ حلول سے پاک ہے اگر ہمیں یقین کی حد تک اس بات کا علم ہو کہ منصور نے یہ بات کہی اور از روئے حلول کہی ہوتی تو ہم اس کو بھی رد کر دیتے۔ ایسا عقیدہ رکھنے والے قطعی طور پر گمراہ ہیں۔ (عوارف المعارف)

ملامتیوں کا گروہ

یہ ایسے لوگ ہیں جو اپنے احوال چھپانے کے لئے بعض اوقات شریعت کی خلاف کام کر جاتے ہیں۔ اس میں یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے ملامت کے لئے ایسا کیا تا کہ لوگ ان سے نفرت کا اظہار کریں۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے لوگوں کو منافق اور ریاکار قرار دیا ہے۔ جبکہ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے بارے میں کہا ہے کہ یہ لوگ چونکہ اخلاص کے ساتھ ایسا کرتے ہیں اس لئے ہم یہ کہتے ہیں کہ ایسے لوگ شریعت کے خلاف کام نہیں کر سکتے۔

گروہ جبریہ

یہ لوگ بزعم خود یہ سمجھتے ہیں کہ وہ توحید کے ذخائر سمندروں میں غرق ہیں لیکن اس

حالت میں ان کو ثبات و قرار نہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ ان کا نفس صدور فعل پر بالارادہ قادر نہیں بلکہ وہ مجبور محض ہیں اور اللہ تعالیٰ کے عقل و ارادہ کے مقابلے میں انہیں کوئی اختیار نہیں ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نفسانی افعال اور گناہوں کے صدور میں وہ خود کو بے بس سمجھ کر ڈھیلا چھوڑ دیتے ہیں (معاصی ان سے سرزد ہوتے ہیں) اللہ تعالیٰ نے جو حدود قائم کئے ہیں ان سے آگے نکل جاتے ہیں اور اس مقام پر وہ شرعی احکام اور حلال کی پابندی ترک کر دیتے ہیں۔

شریعت کی پابندی ہر حال میں ضروری ہے

شیخ ابوالنجیب سہروردی نے اپنے شیوخ سے حضرت جنید کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ ایک شخص کی معرفت کا تذکرہ کر رہے تھے تو اس شخص نے کہا کہ اہل تقویٰ اور عارف باللہ زہد و تقویٰ کو ترک کر کے اللہ تک پہنچ جاتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت جنید نے فرمایا کہ یہ ایسے لوگ ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ وہ نیک اعمال بجالانے کی پابندی سے آزاد نہیں اور میرے نزدیک یہ ایک بڑی بلا ہے جو شخص چوری زنا کرے وہ ایسے شخص سے بہتر ہے جو یہ کہتا ہے کیونکہ نیک اعمال اور شریعت کی پابندی سے کوئی بھی آزاد نہیں۔

وحدة الوجود

ہمہ اوست

یعنی ہر طرف اللہ تعالیٰ نظر آئے تو یہ وحدة الوجود ہے۔

وحدة الشہود

ہمہ از اوست

یعنی ہر طرف اللہ تعالیٰ کا جلوہ نظر آنا مراد ہے اس حوالہ سے دو گروہ ہیں۔

پہلا گروہ

یہ وحدة الوجود سے یہ مراد لیتے ہیں کہ حق تعالیٰ اور مخلوق متحد ہیں۔ ذات باری

تعالیٰ کے علاوہ کوئی وجود نہیں۔ ہر چیز وہی ہے اور تمام اشیاء کا عین وہی ہے ہر چیز میں کوئی نہ کوئی نشانی ہے جو دلالت کرتی ہے کہ وہی اس کا عین ہے۔

یہ قول صریح کفر اور زندیقہ ہے اور یہود و نصاریٰ اور بتوں کے پجاریوں کے عقائد سے بھی زیادہ گمراہ کن عقیدہ ہے۔

صوفیاء کرام نے اس باطل عقیدہ کے قائلین کی سخت مذمت کی ہے اور ان کی تکفیر کی ہے اور ان لوگوں کی مجلس میں بیٹھنے سے منع کیا ہے۔

دوسرا گروہ

انہوں نے پہلے گروہ کے عقیدہ کو باطل قرار دیا اور کہا کہ یہ عقیدہ کہ خالق عین مخلوق رکھنا صریح کفر ہے اور انہوں نے وحدۃ الوجود سے یہ مراد لیا۔



سلاسل کی نسبت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

وحضرت علی رضی اللہ عنہ سے کیوں؟

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی جس طرح کمالات رسالت و نبوت کی حامل تھی اسی طرح کمالات ولایت کی بھی حامل تھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انوار نبوت و انوار ولایت جذب فرما کر اپنے دلوں کو صیقلی کر کے حضور سے انہوں نے ”أَصْحَابِي كَالنَّجُومِ“..... میرے صحابہ نجوم ہدایت ہیں، کاسرٹیفکیٹ حاصل کیا۔

مگر انوار کے جذب میں جن دو ہستیوں کو امتیازی حیثیت حاصل ہوئی، وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنے ظروف و نصیبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات نبوت سے وافر حصہ ملا، اس کی اہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

مَا صَبَّبَ اللَّهُ فِي صَدْرِي إِلَّا صَبَّبْتُ فِي صَدْرِ أَبُو بَكْرٍ .

”اللہ تعالیٰ نے جو نور میرے سینہ میں بہایا وہ میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سینہ میں بہادیا۔“

شق صدر نبوی کے وقت الفاظ حدیث ہیں: ”أَدْخَلَ الرَّأْفَةَ وَالرَّحْمَةَ“۔ حضور کے سینہ اقدس میں سینہ چیز کر رحمت و شفقت بھر دی۔ (الوفا)

قرآن حکیم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رحمت عالم بتاتا ہے، اسی طرح

”بِالْمُؤْمِنِينَ رَأَوْفٌ الرَّحِيمِ“ کہ آپ بہت شفیق و رحیم ہیں۔

آپ کے سینہ کی رحمت و شفقت جو رسالت و نبوت کے انوار کی حامل ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سینہ میں ڈال دی اب اس حدیث کے ساتھ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ حدیث بھی ملا دیں کہ

أَرْحَمُ بِأُمَّتِي أَبُو بَكْرٍ .

”میری امت کے رحیم ترین امتی ابو بکر ہیں۔“

تو معاملہ صاف ہو جاتا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات رسالت و نبوت کے انوار کا مخصوص حصہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہی کے سینے میں ہے اس لیے حضرت صدیق اکبر کمالات نبوت کے انوار کو امت تک پہنچانے میں امتیاز کے حامل ہیں جن سے صدیقی نسبت کمالات رسالت و نبوت کے انوار کی حامل ہے۔ سلسلہ نقشبندیہ نے رواج پایا..... جس کو سابق صوفیاء ملامتیہ صوفیاء کہتے تھے۔ یہ نام حضرت یوسف ہمدانی سے اوپر تک تھا، حضرت یوسف ہمدانی سے شاہ نقشبندیہ تک اس کا نام سلسلہ خواجگان تھا، شاہ نقشبندیہ سے نقشبندیہ مشہور ہوا، بعد میں حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی تجدید سلوک سے نقشبندیہ مجددیہ کہلایا، جو آج کل اسی نام سے مشہور ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات ولایت کے انوار

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات و انوار کا دوسرا حصہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حصہ میں اپنے فطری تقاضوں کے تحت آیا، اس دلیل کے تحت مندرجہ ذیل حدیث:

أَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا .

”میں علم (ولایت و معرفت) کا شہر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ

ہیں۔“

چنانچہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ اپنے مکتوب ۱۲۳ ص ۱۲۴، دفتر سوئم، حصہ نہم میں

فرماتے ہیں:

وہ راستہ جو قرب ولایت سے تعلق رکھتا ہے، تمام قطب اوتاد ابدال، نجباء عام اولیاء جس راستہ سے واصل باللہ ہوتے ہیں ان سب کے شہسوار اور منبع فیض حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں، یہ عظیم الشان منصب آپ سے متعلق ہے۔

اس فیض میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر دو پاؤں مبارک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سر مبارک پر ہیں۔

گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات ولایت کے انوار کا وافر حصہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاں نمایاں و امتیازی شان سے ہونے کی وجہ سے آپ بھی سلاسل طریق سلوک کا بلجا و ماویٰ ہوئے، یہ ایسے امتیازات تھے جن کی وجہ سے روحانی سلاسل کا تعلق ان ہر دو اکار سے ہوا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گہامی کے انوار

حضور اکرم نور مجسم کے انوار کا اگر تجزیہ کیا جائے اور حیات طیبہ کو سامنے رکھا جائے تو ہمیں آپ کا وجود باوجود چار قسم کے انوار کا مجموعہ نظر آتا ہے:

(۱) انوار کمالات نبوت

(۲) انوار کمالات ولایت

(۳) انوار محسبیت

(۴) انوار محبوبیت

یہ انوار ہیں جن سے جسم اطہر منور ہے، ان انوار کا تقاضا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارواح جہاں کو ان انوار کے ذریعہ منور فرمائیں۔ یہی وجہ تھی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے امی نبی کو امتیوں کی طرف اس احسان سے بھیجا:

”وہ ذات جس نے امی لوگوں میں

ان ہی سے رسول بھیجا جو ان پر اللہ تعالیٰ کی

آیات پڑھتے ہیں اور ان کو پاک کرتے ہیں

کتاب کی تعلیم دیتے ہیں اور حکمت سکھاتے ہیں۔ (سورۃ الجمعہ: ۲، رکوع: ۱)

مندرجہ بالا آیت سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا مقصد تزکیہ روح اور تعلیم حکمت و کتاب ہے، جب اس حقیقت کو سامنے رکھ کر ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ میں عمل تزکیہ کا تجسس کرتے ہیں۔ اور اس کی مثالی صورتوں کو تلاش کرتے ہیں تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی شکلوں میں ہم کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تزکیہ اور تعلیم و تربیت کے نادر الوجود نمونے نظر آتے ہیں اور جن کی شہادت قرآن کریم دے رہا ہے:

”محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو ان کی معیت و صحبت کے فیض یافتہ ہیں، وہ کافروں کے مقابلہ میں قوی اور سخت ہیں اور آپس میں انتہائی نرم دل ہیں تو انہیں انفرادی زندگی میں رکوع و وجود کرتے ہوئے دیکھے گا، ان کے اس عمل میں ریاکاری، حب جاہ وغیرہ باطنی نقص نہیں ہوتے بلکہ وہ خلوص و للہیت پر مبنی ہوتے ہیں جو محض اللہ تعالیٰ کی رضا و فضل کے لیے طلب کرتے ہیں، ان کے چہروں پر سجدوں کی نورانیت ہوتی ہے، جیسا کہ ایک حدیث پاک میں آیا ہے، جسے حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ جس کی نمازیں رات کو زیادہ ہوں، ان کا چہرہ دن میں زیادہ خوبصورت ہوتا ہے۔“ (سورۃ الفتح، رکوع: ۴)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ہر دو حالتوں کو قرآن مجید نے بتایا کہ اجتماعی زندگی میں ”أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ“ کفار کے مقابلہ میں سخت و قوی، اور اپنوں میں ”رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ“ آپس میں رحیم، یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت کا وہ انعکاس تھا جو شوق صدر کے وقت رحمت و رافت سے بھر گیا تھا۔ ”أَثَرِ الشُّجُودِ“ سے ماتھے کا داغ نہ مراد لیا جائے بلکہ چہرے کی نورانیت مراد لی جائے، جیسا کہ مذکورہ حدیث سے

واضح ہوا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل تزکیہ سے طبائع میں زبردست تبدیلی

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم و تزکے پر قرآن کریم کی مزید شہادت ملاحظہ فرمائیں:

”لیکن اللہ تعالیٰ نے ان صحابہ کے دلوں میں محبت ایمانی اور اس کی زینت و خوبصورتی رکھ دی ہے ان کے دلوں میں کفر، فسوق، عصیاں سے نفرت بھر دی ہے یہ لوگ (صحابہ) رشد و ہدایت والے ہیں“۔ (سورۃ الحجرات، رکوع: ۱)

یہ طبائع کی تبدیلی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم کا اثر تھا۔

جمال ہم نشین در من اثر کرد

وگر نہ من همان خاکم کہ ہستم

یہ ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مقام محفوظیت و عصمت فطرت کی ایسی تبدیلی کہیں بھی تاریخ کے صفحات میں نہیں ملتی۔

یہی وہ لوگ ہیں جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انوار و فیضان اور کمالات کے مظہر ہیں، جس سے عام طور پر اپنی اپنی استعداد کے مطابق ہر کوئی مستفید ہوتا رہا اور زمانہ کے ساتھ ساتھ یہ تربیت جاری رہی اور آج ہم تک پہنچی، ہمیں چاہیے جس طرح ہم جسمانی تقاضوں کے لیے جدوجہد کرتے ہیں، روح کی ضرورتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کی صفائی کی طرف توجہ دیں۔

چند مشہور صوفیاء کا تعارف

(۱) تعارف شیخ سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ

آپ کا نام: عبدالقادر

کنیت: ابو محمد

لقب: محی الدین اور غوث اعظم سے مشہور ہوئے۔

ولادت باسعادت: آپ کی ولادت اختلاف روایت کے ساتھ ۴۷۰ھ یا ۴۷۱ھ

ہے۔

مقام ولادت: طبرستان کا ایک قصہ جیلان ہے جسے گوگیل اور گیلان بھی کہتے

ہیں۔

سال وفات: ۵۶۱ھ

مرقد مبارک: بغداد میں مرجع خلائق ہیں۔

فتوح الغیب میں آپ کا فرمان

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ فقیر کی حقیقت یوں بیان فرماتے ہیں:

حَقِيقَةُ الْفَقْرِ اَنْ لَا تَفْتَقِرُ اِلَى مَنْ هُوَ مِثْلَكَ .

”فقر کی حقیقت یہ ہے کہ تو اپنی مانند کسی انسان کا محتاج نہ ہو“۔

تصوف کیا ہے؟

آپ فرماتے ہیں:

والتصوف ما اخذ من القيل والقال ولكن اخذ من الجوع

وقطع المعروفات والمحسنات .

”تصوف گفتگو نہیں، عمدہ اور مرغوب چیزوں کا ترک ہے۔“

داتا علی ہجویری گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر تعارف

سید ہجویری مخدوم امم..... مرقد و سحر راحم (اقبال)

نام: آپ کا پورا نام علی بن عثمان ہجویری ہے۔

وطن: غزنی افغانستان ہے۔

لقب: آپ کا لقب داتا گنج بخش ہے۔

وفات کا سال: آپ کے سن وفات میں اختلاف ہے قطعہ مزار پر ۴۶۵ھ درج

ہے۔

کشف المحجوب آپ کی آخری تصنیف ہے جو پانچویں صدی کے وسط میں آپ نے تحریر فرمائی۔

مزار مبارک: آپ کا مزار مبارک لاہور میں فیوضات اور تجلیات بکھیر رہا ہے۔
حضرت کے نزدیک صوفی وہ ہے جس کا قلب صفائی سے لبریز اور گندگی سے خالی ہو۔

صفا ضد کدر است و کدر صفت بشر بود

وجہ حقیقت صوفی آں بود اور ارا از کدر گذر بود

”صفا گندگی کی ضد ہے اور گندگی بشر میں ہوتی ہے سچے صوفی کا نشان یہ ہے

کہ وہ گندگی سے گزر چکا ہو“۔ (کشف المحجوب)

آپ نے مزید فرمایا: جسے محبت سے صفائی حاصل ہو وہ ستھرا ہے صاف ہے اور

جسے محبوب صاف کرے وہ صوفی ہے۔

تعارف امام ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ

نام: آپ کا پورا نام ابوالقاسم عبدالکریم ہوازن القشیری تھا۔

ولادت: ۳۷۲ھ میں ہوئی

وطن: خراسان

لقب: آپ کا لقب زین الاسلام ہے۔

تاریخ وفات: ۴۶۵ھ آپ کی عمر ۸۹ سال ہوئی۔

مدفن: نیشاپور

تصوف کی تاریخ کے بارے میں

تصوف کی تاریخ کے بارے میں آپ رسالہ قشیریہ میں فرماتے ہیں:

”مسلمان کے لیے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں صحابی کے لفظ سے عمدہ و افضل کوئی نہ تھا‘ اس لیے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحبت فیض سے متعلق لوگوں کو صحابی کہا جاتا ہے‘ جو ان کے لیے باعث افتخار تھا‘ جب دوسرا دور شروع ہوا تو صحابہ کی صحبت سے فیض یافتہ لوگوں کو تابعی کہا جانے لگا اور یہی ان کے لیے عمدہ پہچان تھی‘ اس کے بعد تیسرے دور والوں کو جنہوں نے تابعین کو دیکھا تھا اور ان سے مستفید ہوئے‘ تبع تابعین کہا جانے لگا‘ جب لوگوں میں مراتب کے لحاظ سے فرق پڑا تو خواص کو عابد و زاہد کہا جاتا تھا‘ لیکن جب بدعتوں کا ظہور ہوا اور ہر ایک فرقہ نے اپنے آپ کو زاہد و عابد کہنا شروع کر دیا تو وہ لوگ جن کے سانس معیتِ الہیہ میں چلتے تھے اور جو دلوں کی غفلت سے نگہبانی کرتے تھے اہل تصوف کہلانے جانے لگے۔ ان اکابرین کے لیے یہ نام ۲۰۰ھ سے قبل ہی مشہور ہو گیا تھا۔ (رسالہ قشیریہ ص ۸۷۷)

تعارف: حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ‘ حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند تھے‘ اس گھرانے کے مسلمانانِ ہند پر بے پایاں احسانات ہیں‘ دین کے جتنے مکاتب فکر ہیں‘ تقریباً ان سب کی سندِ علم و خصلت ان تک پہنچتی ہے۔
پیدائش: آپ کی ولادت بروز بدھ ۴ شوال ۱۱۰۴ھ میں ہوئی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ پانچویں سال مکتب گئے‘ ساتویں سال نماز و روزہ رکھا‘ اس سال ہی قرآن کریم ختم کیا۔

عمر کے دسویں سال درسی کتب کا کافی حصہ پڑھ لیا‘ چودھویں سال شادی ہوئی‘ پندرہویں سال والد صاحب بیعت کر کے اشغالِ صوفیاء میں کمال حاصل کیا‘ سترہویں سال والد کی وفات کے بعد آپ مسند درس و ارشاد پر فائز ہوئے‘ آپ نے علومِ شریعت کے ساتھ ساتھ علومِ تصوف میں بھی تجدیدی کارنامے سرانجام دیئے۔ برصغیر کا ہر ذی علم آپ کی ذات و صفات کا معترف ہے اور رہے گا۔

وفات: آپ کی وفات ۱۷۶۱ھ میں ہوئی۔

مزار: آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مہدیون میں مرجع خلائق ہے۔

خرقہ کی اقسام

بزرگانِ دین اپنے مریدین یا دوسرے کسی شخص جس پر ان کی نظر عنایت اور طبیعت مائل ہو جائے، اسے اپنی مستعمل چیزوں ٹوپی، رومال، پگڑی، قمیص، قبا، چادر یا جو کچھ موقع پر میسر ہو عطاء کر دیتے ہیں۔

اس کے پس منظر میں تین چیزیں ہوتی ہیں۔

(۱) خرقہ اجازت

اپنے کسی مرید کو اپنا نائب مقرر کرتے وقت اجازت مرحمت فرماتے ہیں کہ وہ دوسروں کو بیعت یا تلقین ذکر وغیرہ کریں۔

(ب) خرقہ ارادت

شیخ طریقت اپنے مرید کا جذبہ محبت، عمدہ جذبہ سلسلہ کے ساتھ لگن اور باطن میں استقامت ملاحظہ فرما کر فرقہ عطاء فرما دیتے ہیں، تاکہ وہ طریقہ و سلسلہ میں جدوجہد کرے۔

(ج) خرقہ تبرک

اسی طرح شیخ طریقت کسی پر مہربان ہو جائیں تو وہ بلا شرط بزرگوں سے تبرکات میں سے کچھ عطاء فرمادیں۔

وصال شدہ شخصیت کسی زندہ مرید کی کس طرح تربیت کرتی ہے؟

ویسے تو یہ ایک ایسا سوال ہے جس کی وضاحت کے لیے کافی وقت درکار ہے، لیکن

ذیل میں اس کی سرسری وضاحت کرتے ہیں:

یہ ایک ایسا سوال ہے جس کی طرف روحی اقدار سے ناواقف لوگوں کا ذہن چلا

جاتا ہے، دراصل روح کو اللہ تعالیٰ نے ادراک و شعور سے نوازا ہے، جب یہ بدن کے پنجرے سے آزاد ہو جائے، خواہ یہ آزادی دنیا میں اپنے فنایت تامہ سے حاصل ہو یا وصال سے حاصل ہو۔ یہ منعم علیہ ہوتی ہے۔

اسی لیے قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

لَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهُى اَنْفُسُكُمْ .

”تم اس جنت میں جو چاہو تمہارے لیے ہوگا۔“

منعم علیہ روح ہمیشہ اپنے متعلقین سے ملاقات کی خواہش مند رہتی ہے اور اپنے متعلقین اور متوجہین کو فائدہ بھی پہنچاتی ہے اور یہ فائدہ عارضی بھی ہو سکتا ہے اور اسی طرح یہ لوگ متوجہین کو ہدایات اور پیغامات بھی دیتے ہیں اور ان سے خطاب و کلام بھی فرمائے ہیں۔

کلام و پیام کا طریقہ ملاحظہ فرمائیں

حضرت عبداللہ بن عبید اللہ انصاری فرماتے ہیں کہ میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا جو ثابت بن قیس بن شماس کو دفن کر رہے تھے جو یوم یمامہ میں شہید ہوئے تو قبر میں داخل کرتے وقت انہوں نے کہا: محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ابو بکر صدیق، عمر، عثمان (رضی اللہ عنہم) بَرَّ الرَّحِيمِ..... ہم نے دیکھا کہ وہ مردہ تھے۔

(تاریخ خمس ج ۲ ص ۳۳، بحوالہ شفاء ص ۲۱۳، بحوالہ اکتفا)

جب ثابت بن قیس بن شماس یمامہ کے دن شہید ہوئے چونکہ ان کے ہاتھ میں انصار کا جھنڈا تھا اور اس وقت وہ ان کا سردار و خطیب بھی تھا، ایک شخص کے خواب میں تشریف لائے اور اسے کہا کہ میں تجھے وصیت کرتا ہوں، خبردار! تو اسے بے فائدہ خواب نہ سمجھنا اور اسے بے کار اور ضائع نہ کرنا، میں جس وقت شہید ہوا تو نجد کی طرف سے ایک شخص آیا، مجھ پر ورع (خود) تھی، جسے اس نے لیا اور اپنی جگہ آ کر اسے پتھر کی ہنڈیا کے نیچے چھپا دیا اور اس ہنڈیا پر کجاوہ رکھ کر اسے لشکر کے آخر حصہ میں چھپا دیا ہے، جہاں پر

چتکبر اگھوڑا باندھا ہوا ہے تو خالد بن ولید کے پاس جا کر اسے اس بات کی اطلاع دے دے تاکہ وہ کسی کو بھیج کی میری خود منگوائے، نیز جب تو خلیفہ رسول کے پاس جائے تو اسے اطلاع دے کہ مجھ پر اتنا قرضہ ہے۔ میرے دو غلام سعد و مبارک آزاد کردہ ہیں۔ سنو اور غور سے سنو! اسے بے کلامت جاننا اور ضائع نہ کرنا، چنانچہ وہ شخص صبح خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور خواب کی بابت بتایا، حضرت خالد بن ولید نے اسی طرح کیا، جس طرح اس نے کہا تھا، خود پا کر اپنے قبضہ میں کر لی اور اسی طرح اس کی دوسری وصیت بھی پوری کر دی گئی، یہ خواب دیکھنے والا بلال بن حارث تھا، موت کے بعد صرف یہی ایک وصیت تھی جس پر عمل کیا گیا۔ (تاریخ خمیس ج ۲ ص ۲۱۳)

آپ خود اندازہ فرمائیے کہ روحانیت میں فیض لینا کوئی مشکل بات اور مشکل کام ہے، جب ثابت بن قیس کی روح متمثل ہو کر اپنا پیغام اور وصیت دے سکتی ہے تو کسی کامل کی روح جس نے جہاد اکبر سے اپنے نفس کو شہید کیا اور اس نے اپنے نفس کو اللہ کی رضا کے لیے فنا کر دیا تو وہ ہستی کسی کی تربیت کیوں نہیں کر سکتی۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، ابوالرقاء محمد رحمۃ اللہ علیہ کے فرمودات میں روایت کرتے ہیں کہ جو شخص مرجاتا ہے، وہ برزخ چلا جاتا ہے، اس کا لوٹنا اس دنیا بدن مثالی سے مشکل ہوتا ہے، ہاں البتہ یہ جائز ہے کہ روحی جسم کے ساتھ اس کا آنا ہو۔ جس طرح وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں حضرت جبریل کا آنا یا فوت شدہ انبیاء و اولیاء یہ تمام عالم مثال کی کارستانیوں ہیں۔

انسانی نفوس کامل جب دنیا میں مختلف شکلیں بدل سکتے ہیں تو عالم برزخ میں بطریق اولیٰ شکلیں اختیار کر سکتے ہیں۔ (انفاس العارفين ص ۱۱۴)

اولیاء و صوفیاء کے بارے میں اچھی رائے کا مشورہ

امام شعرانی

امام شعرانی اپنے مرشد کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ ادنیٰ درجہ کے صوفیاء کے ساتھ ایسا رویہ روارکھنا چاہیے کہ ان کا منکر انہیں اہل کتاب کی طرح گمان کرے نہ تو ان کی تصدیق کرے اور نہ ان کی تکذیب کرے۔

سید علی بن وفا

فرماتے ہیں کہ صوفیاء کی بات ماننے میں خیر ہی خیر ہے اور سلامتی ہے ان کے متعلق حسن ظن غنیمت ہے ان پر اعتراض زہر قاتل ہے جو لوگ کامل صوفیاء کا انکار کرتے ہیں ان کا آخر خاتمہ خراب ہوتا ہے۔ (لطائف المنن ج ۱ ص ۱۲۵)

اگر بہت سے علماء اور صوفیاء کی اس بارے میں رائے تحریر کی جائے تو اس کے لیے علیحدہ کتاب کی ضرورت ہے، بحمد اللہ مواد موجود ہے مگر طوالت کے خوف سے اسی پر اکتفاء کر کے علماء و فقہاء و محدثین کی خدمت میں ان اکابر کے حوالہ جات نقل کیے جن کی عظمت کا اعتراف فقہاء و محدثین نے خود کیا۔

امام شعرانی کے حوالہ جات ہماری شامی ابن عابدین شرح اشتباہ و نظائر میں موجود ہیں۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی متعارف و مقتدرہ ہیں اور امام الہند انہیں مانا گیا ہے..... اب بھی اگر کوئی شخص صوفیاء کے فیض اور سلاسل پر اعتراض کرے یا انقطاع صحبت زمانی سے انقطاع فیض لازم کر کے انہیں مورد طعن بنائے تو سوائے اس کے کہ ہم کہیں ”اعاذنا اللہ من سور العقیدة“ نیز حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی کشف المحجوب میں جمع ہمت کلام فی روح کا مطالعہ بھی مفید ہوگا، یہاں نقل کرنا طوالت کا سبب ہوگا۔

حضرت بایزید کے متعلق ابن عربی کی رائے

حضرت بایزید کے متعلق ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی بات پر سلسلہ ختم کر کے اپنے زمانے کے ناقص صوفیاء یا جھگڑا لوفتویٰ باز اور فرقہ باز مولوی حضرات یا نااہل سجادہ نشینوں کے مسند طریقت پر قبضہ کر کے اس کی آفاقیت فیضان کو ایسا دھچکا لگایا ہے کہ مرد کامل کا جنم لینا ان کی موجودگی میں مشکل ہے، وہ فقر جو علماء کو مدرسوں سے شکار کر کے خانقاہوں کی دہلیز پر بٹھایا کرتا ہے، آج کے تفرقہ بازوں نے علماء کو گستاخ رسول کہہ کر فقر سے بدظن کر دیا۔ مدرسہ کے بعض ناہنجار اعترالی توحید کے حامل حضرات نے فقر پر بدعت کا لیبل لگا کر اسے ناقابل عمل و صورت بنا دیا، مرد کہاں سے پیدا ہوں۔ ساون پکے کپڑوں سے بہار کا لطف کہاں سے پیدا ہوگا؟ خدا کرے مسند فقر ان نارسافر فرقہ بازوں اور بے عمل مسند نشینوں کے ہاتھوں نکل جائے اور اپنی آفاقیت کی بدولت محبت و صلح و آشتی کی بدولت شہبازوں کا شکار کرنے، جن کے پیش نظر ہو۔

زمین عشق بکونین صلح کل کریم
تو خصم باش زما دوستی تماشا کن

آپ فرماتے ہیں کہ بایزید کا ایک گھر تھا، جہاں آپ عبادت کیا کرتے تھے، جس کا نام تھا ”بیت الابرار“ آپ کے وصال کے بعد وہ گھر محفوظ و محترم تھا۔ اس کے ساتھ مساجد کا سا احترام کیا جاتا تھا۔ ایک دفعہ وہاں ایک شخص نے رات گزاری جب کہ وہ جنبی تھا (جس پر غسل واجب ہو) تو بغیر کسی آگ کے اس کے کپڑوں میں آگ لگ گئی اور وہ وہاں سے بھاگ گیا۔ (فتوحات مکیہ ج ۱۸ ص ۲۴۷)

یہ ہوتا ہے باکمال لوگوں کا کمال، جو اس انداز میں اپنی جگہوں اولاد خلفاء اور متوسلین و متعلقین کی حفاظت کرتے ہیں، کیا ایسے لوگ اپنے مریدین کی تربیت نہیں کر سکتے۔

تعارف حضرت محبوب ذات رحمۃ اللہ علیہ

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو

ید بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

اسم مبارک: سید احمد حسین قدس سرہ العزیز

کنیت: ابو محمد

القاب: موید الدین، محبوب ذات نور اللہ

تخلص: عاجز

ولادت باسعادت: ۱۲ ربیع الاول ۱۳۲ھ بروز جمعۃ المبارک

نسب: سید احمد حسین رحمۃ اللہ علیہ بن سید نواب علی حیدری رحمۃ اللہ علیہ بن سید حیدر

علی قادری رحمۃ اللہ علیہ بن سید حسن علی شاہ جعفری مجلسی رحمۃ اللہ علیہ بن سید سالم علی رحمۃ

اللہ علیہ بن سید میراں محمد جان رحمۃ اللہ علیہ بن سید میر عبد الغفور رحمۃ اللہ علیہ بن سید میر علی

اسلم بن اشہد باللہ بالامجد بن سید عنایت اللہ شاہ قادری، قاضی القضاة بن سید علی عارف

بن سید علی معروف بن سید محمد بن سید علی بن ابوالکارم سید عباس مسعود بن سید احمد ضو بن

سید محمد ضو بن ابوصالح نصر بن سید محمد عبدالرحمن بن سید بن تاج الدین عبدالرزاق بن حضور

غوث الثقلین سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز بن سید صفی الدین آدم رحمۃ اللہ علیہ

بن سید شرف الدین موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ بن سید شاہ فیروز الدین رحمۃ اللہ علیہ بن آغا بدیع

الدین رحمۃ اللہ علیہ شہید آغا بدیع الدین شہید عراق سے ہندوستان تشریف لائے تھے

اور ان کا نسبی تعلق نو واسطوں سے حضرت غوث الثقلین سے ملتا تھا۔

وصال مبارک: حضور محبوب ذات کا وصال مبارک ۲۱ شعبال ۱۹۶۱ء کو ہوا اور آپ

کامزار شریف منڈیر سیداں سیالکوٹ میں واقع ہے۔

تعارف حضرت سید افتخار احمد حسین قدس سرہ العزیز

نام مبارک: حضرت سید افتخار احمد حسین گیلانی نور اللہ مرقدہ

آپ کے والد گرامی اور تمام خاندان والے آپ کو ”سید صاحب“ کہنے لگے پکارتے تھے جب کہ مریدین سید سرکار کہتے تھے۔

القاب: غوثِ زمان، شیخ الاسلام

پدر گرامی: حضرت سید احمد حسین گیلانی محبوب ذات سرکار عالی قدس سرہ العزیز ولادت باسعادت: آپ ۱۳ رجب المرجب بمطابق ۳۰ ستمبر ۱۹۳۶ء کو بمقام ”انبالہ“ ہندوستان میں پیدا ہوئے۔

حالت جذب: حالت جذب کا واقعہ ۱۹۵۷ء میں پیش آیا جو آپ نے اپنی کتاب ”مراة الرحمن“ میں بیان فرمایا، آپ نے فرمایا کہ ۹ ماہ کے عرصہ میں حالت استغراق میں رہا۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے: ۹ ماہ کا عرصہ ایک نئی زندگی (بچے کی پیدائش سے پہلے کا عرصہ) کی ارتقائی منازل کا مخصوص وقت ہوتا ہے جس میں حضور سرکار عالی (محبوب ذات) نے مجھے منازل تصوف طے کروائیں اور مشاہدات سے نوازا۔

آپ نے فرمایا: اس ۹ ماہ کے عرصہ میں میں نے اپنی مرضی سے نہ کچھ کھایا نہ پیا اور نہ پہنا، جب یہ حالت شروع ہوئی تو میں نے محسوس کیا کہ میرے دونوں پاؤں شل ہو گئے اور میں نے سرکار عالی کی کرسی کو پکڑا ہوا ہے اور آپ سے فیض طلب کر رہا ہوں۔

آپ کی آنکھوں سے دو شعلے نکلتے محسوس ہوئے اور میں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گیا، ۹ ماہ بعد آواز آئی: ”سید صاحب“ واپس آ جاؤ اور میں نے دیکھا تو سرکار عالی کے سامنے صف پر بیٹھا ہوا تھا، سرکار عالی نے نئے کپڑے اور پہننے اور غسل کا حکم دیا اور اس کامیابی پر مریدین کو مدعو کیا اور باقاعدہ کارڈ تقسیم فرمائے اور اس تقریب کو خوشی سے منایا گیا، یہ ۱۹۵۸ء کا واقعہ ہے۔

جانشینی: آپ نے اپنی زندگی میں اپنے بڑے فرزند ڈاکٹر صاحبزادہ سید مسعود السید کو اپنا جانشین اور سجادہ نشین مقرر فرمایا تھا اور تمام مریدین اور گھروالوں کو آگاہ فرما دیا تھا۔

وصال مبارک: آپ ۲۶ اور ۲۷ صفر بمطابق ۳۱ مئی اور یکم جون ۲۰۰۰ء کی درمیانی شب کو واصل باللہ ہوئے۔

مزار مبارک: آپ کا مزار مبارک اپنے والد گرامی کے پہلو میں منڈیر شریف سیداں مغربی میں واقع ہے جو مرجع خاص و عام ہے۔

کرامت: والد گرامی صاحبزادہ ڈاکٹر مسعود السید صاحب مدظلہ العالی ”سید غوث زمان“ یہ کرامت علامہ اعجاز احمد قادری صاحب نے اپنی کتاب ”فیوض الرحمان فی تذکرہ غوث الزمان“ میں بیان کی ہے انہی کی زبانی پڑھے اور سنئے:

میں فقیر محمد اعجاز قادری اپنا ایک واقعہ بیان کرتا ہوں کہ میرے پڑوس میں ایک شخص جاوید نور ٹیکسٹائل انجینئر رہتا تھا ان دنوں وہ انتہائی بُرے حالات سے دوچار تھا میں نے سوچا کیوں نہ اسے حزب البحر کا چلہ کرادوں تاکہ فراخ رزق کے لیے پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے رزق میں برکت دے گا اور اس کے اچھے دن دوبارہ لوٹ آئیں گے لہذا جاوید نامی شخص نے بمشکل حزب البحر کا چلہ مکمل کر لیا چلہ کرنے کے بعد جاوید نامی شخص نے درپردہ اپنے کچھ مخالفین کی ہلاکت کی نیت سے حزب البحر کو پڑھنا شروع کر دیا اسی دوران سرکار غوث زمان قدس سرہ العزیز میرے گھر رونق افروز ہوئے جب عقیدت مندوں کا آپ قدس سرہ العزیز کے دیدار کے لیے ہجوم اکٹھا ہوا تو آپ قدس سرہ العزیز نے درود تاج کی شرح فرمانا شروع کر دی اسی دوران جاوید نور نامی شخص بھی آ حاضر ہوا۔ جونہی سرکار غوث زمان قدس سرہ العزیز کی اس بد بخت شخص پر نظر پڑی تو آپ قدس سرہ العزیز نے فوراً درود تاج شریف کی شرح روک کر جاوید نور کو دیکھتے ہوئے فرمایا: قادری صاحب! اباجی حضور قدس سرہ العزیز دعائے حزب البحر کے چلہ کو پسند نہیں فرماتے تھے کیونکہ لوگ اس سے ظلم اور وحشت کا زیادہ کام کرتے ہیں اگر پڑھنی ہی ہے تو بیماروں کی شفاء کے لیے پڑھا کرو اللہ تعالیٰ شفاء بخشے گا جب محفل برخاست ہوئی تو سرکار غوث الزمان قدس سرہ العزیز فرمانے لگے کہ قادری صاحب! آپ نے اسے دعائے حزب

البحر کا چلہ کروایا تھا؟ میں نے عرض کیا: جی حضور! میں نے رزق کے لیے کروایا تھا، تو آپ قدس سرہ العزیز فرمانے لگے: یہ شخص اپنے تین مخالفوں کی ہلاکت کے لیے دو روز سے پڑھ رہا ہے، اگر وہ لوگ ہلاک ہو جاتے تو تم بھی ساتھ ساتھ گنہگار ہوتے کیونکہ تم نے اس جاہل اور نااہل کو چلہ کروایا تھا بہر حال میں نے اسے سلب کر لیا ہے، آئندہ سے صرف بیماروں کی شفاء کے لیے پڑھے گا تو شفاء ہوگی، باقی کاموں کے لیے بے اثر ہوگا۔ میں قربان جاؤں سرکار غوث زماں قدس سرہ العزیز کی کیمیا نظر پر۔

(فیوض الرحمان فی تذکرۃ غوث الزمان ص ۱۵۶-۱۵۷)

غوث زماں، قطب زماں یا قطب مدار

اولیاء و صوفیاء کی کی گئی توجیحات اور ان کی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ غوث زماں، قطب زماں یا قطب مدار پوری دنیا کے اولیاء وقت پر بادشاہ کی حیثیت رکھتا ہے اور باقی اولیاء اس کے کنٹرول میں کام کرتے ہیں اور اس کی گردن پر حضور غوث الثقلین کا قدم ہوتا ہے اور حضور غوث الثقلین پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قدم ہوتا ہے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم ہوتا ہے جب کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حسین کریمین شامل ہیں۔ قطب مدار کا عہدہ تمام قطبوں، ابراروں، نقباء، نجباء، اوتاد، اخبار سے اونچا ہوتا ہے، یہ عہدہ کسی بزرگ کو زیادہ مدت کے لیے بھی عطاء ہو سکتا ہے اور کم مدت کے لیے بھی عطاء ہوتا ہے اور یہ سب نگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیض ہوتا ہے۔

تعارف: قطب العارفین حضور قبلہ پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی قدس سرہ

ولادت: آپ اگست ۱۸۶۰ء کو بروز جمعۃ المبارک علی پور سیداں شریف میں سید علی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر پیدا ہوئے، آپ کا سجرہ نسب امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔

عہد طفولیت: آپ رحمۃ اللہ علیہ کا بچپن آپ کی عظمت کا نشان ہے، کھیل کود سے

نفرت تھی، آپ اکثر کسی نہ کسی مزار پر حاضری دیتے رہتے تھے۔ حضرت خواجہ خواجگان شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مرزا اسکندر بیگ کی خدمت بابرکت میں بیٹھا کرتے تھے اور وہ بھی آپ سے بے پناہ شفقت فرماتے تھے۔

کسب علم: آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا عبدالرشید جیسی نابغہ روزگار ہستی سے علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ علوم باطنی بھی حاصل کیے۔ فقہ و تصوف کے ساتھ ساتھ اولیاء و صوفیاء کے تذکروں سے بہت محفوظ ہوتے تھے، تعلیم سے فراغت ملتی تو کھیتی باڑی کرتے تھے۔

بیعت و خلافت: ہر راہ سلوک کے مسافر کو منزل مقصود تک پہنچنے کے لیے اور معرفت کے اسرار سمجھنے کے لیے کسی راہ داں کا وسیلہ انتہائی ضروری ہوتا ہے، قبلہ عالم کو یہ وسیلہ حضرت خواجہ خواجگان فقیر محمد چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کی صورت میں ملا، جنہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو تصوف و معرفت کی منازل طے کروانے کے بعد خرقة خلافت سے بھی نوازا۔ حضرت خواجہ خواجگان فرمایا کرتے تھے: یہ ایسا شہباز ہے جس کی ہمیں جستجو تھی۔

مرشد گرامی کی جانب سے آپ کو ثانی اور لاثانی کے القابات سے نوازا گیا۔

صوفیاء و مشائخ کی نظر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مقام

اس دور کے چند کاملین طریقت کے آپ کے متعلق ارشادات پیش کیے جاتے

ہیں:

(۱) سرہند شریف آستانہ عالیہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین مخدوم الاولیاء حضرت پیر مقبول احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ ”انوار لاثانی“ کی تقریظ میں لکھتے ہیں:

غوث زمان، قطب دوراں، آفتاب ولایت، شہسوار طریقت، شہباز اوج حقیقت، حضرت قبلہ پیر سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ۔

(۲) شر قپور شریف کے شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شر قپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے

تھے: ولی تو سرکار لاٹانی ہیں ورنہ دوکانداریاں بہت ہیں۔

(۳) گولڑہ شریف کے سجادہ نشین آفتاب علم و عرفاں حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو آپ پر ناز ہے، ایک شخص کچھ دن علی پور رہ کر حضرت موصوف کے پاس چلا گیا تو آپ نے دیکھ کر فرمایا: بعض لوگ شاہ لاٹانی کے کچے حجرے کو دیکھ کر چلے آتے ہیں حالانکہ وہاں پچھلے پہر ذات باری تعالیٰ کی جلوہ نمائی ہوتی ہے۔

(۴) کوٹ عبدالخالق کے مشہور زمانہ شیخ طریقت حضرت خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: کوئی شاہ لاٹانی تو بن کر دکھائے، میں انہیں ہر روز دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دیکھتا ہوں۔

(۵) سیالکوٹ کے مشہور ولی حضرت حکیم خادم علی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: شاہ لاٹانی کی خدمت میں بار بار جایا کرو، کیونکہ آپ کا منصب قطبیت ہے۔ مشائخ کی نظروں میں سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ لاٹانی کے مقام کے متعلق جو فضائل بیان کیے گئے ہیں، ان سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آپ یقیناً قطب مدار کے مقام پر فائز تھے۔

وفات: آپ رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ سادہ غذا کھاتے تھے، سادہ لباس پہنتے تھے، آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھنے والا ہی اندازہ کر لیتا تھا کہ آپ کتنے بڑے بزرگ ہیں، ایک مرتبہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دیکھنے میں چھٹانک ہوں، پر ہوں پورا سیر۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ہزاروں کرامتیں ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۳۹ء میں علی پور سیداں شریف میں وصال فرمایا اور وہیں پر آپ کا مزار زیادت گاہ خاص و عام ہے۔

تعارف: حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ محدث علی پوری

حضرت امیر ملت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ صاحب، محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ ایسی شخصیت ہیں جو ایک ہی وقت میں حافظ قرآن، حافظ الحدیث، خاندانی سادات کے عظیم

سپوت، عظیم سیاستدان اور ایسے سیاستدان جن کے قدموں کو سیاست چومتی ہے۔
حضرت پیر سید جماعت علی رحمۃ اللہ علیہ وہ ہستی ہیں جنہوں نے دو قومی نظریہ کی
بنیاد پر مسلمانان ہند کے لیے پاکستان جیسی مسلم ریاست بنانے میں بہت بڑا کردار ادا
کیا۔

جن کے قدموں میں قائد اعظم اور علامہ اقبال جیسی شخصیات بیٹھنا فخر سمجھتی تھیں۔
آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کے سامنے بڑے بڑے نواب جاگیردار، سرمایہ دار سرنگوں
رہتے تھے۔

آپ کی ہزاروں کرامتیں ہیں، آپ فرمایا کرتے تھے کہ دس ہزار احادیث مجھے سند
کے ساتھ یاد ہیں۔ امیر ملت سرکار اور لائٹانی سرکار دونوں ایک ہی خاندانِ سادات کے چشم
و چراغ ہیں، دونوں بزرگ ایک دوسرے کا بہت عزت و احترام کرتے تھے، بلکہ عاجزی و
انکساری کا عالم یہ تھا کہ لوگوں سے کہتے تھے: پیر صاحب میں نہیں بلکہ پیر صاحب تو وہ
ہیں۔ آپ نے ۷۳ حج کیے تھے اور باقاعدہ ایک جماعت کو حج کرواتے تھے۔

ولادت: جناب امیر ملت سرکار ۱۸۴۰ء میں علی پور شریف میں پیدا ہوئے، امیر ملت
سرکار لائٹانی سے تقریباً بیس سال بڑے تھے، دونوں بزرگ ہم عصر ہیں۔

امیر ملت محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ بھی قبلہ عالم بابا فقیر محمد چوراہی رحمۃ اللہ علیہ
کے ہاتھ پر بیعت ہوئے تھے اور بہت جلد ہی ان کے عظیم خلفاء میں شمار ہونے لگے۔

وصال: امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۵۱ء میں علی پور سیداں شریف میں وصال
فرمایا اور وہیں پر آپ کا مزار مبارک مرجع خلائق ہے۔

تعارف: شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی قدس سرہ العزیز

(سلسلہ سہروردیہ کے بانی)

ولادت: شیخ الاسلام امام السالکین، قدوة المشائخ، شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ
اللہ علیہ شعبان ۵۳۹ھ زنجان کے مضافات میں واقع قصبہ سہرورد میں پیدا ہوئے اور یہ

گننام مقام آپ کے عم محترم اور آپ کی بدولت پوری دنیا میں مشہور ہو گیا۔
 شیخ الاسلام کا سلسلہ نسب تیرہ واسطوں سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے
 ملتا ہے کہ تمام تذکرہ نگاروں نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ حضرت شیخ الاسلام ابو نجیب
 عبد القاہر سہروردی قدس سرہ کو بارگاہِ غوثیت میں مقام حاصل تھا۔ اور آپ کو حضرت غوث
 زماں شیخ سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے خاص عقیدت تھی۔ اس لیے بارگاہِ
 غوثیت میں جب تشریف لے جاتے تو اپنے عزیز بھتیجے کو بھی ہمراہ لے جاتے تھے۔
 اگرچہ ابو نجیب سہروردی کو سرکار سیدنا غوث اعظم سے خاص عقیدت تھی لیکن آپ کے
 مرشد روحانی حضرت احمد غزالی قدس سرہ العزیز جو حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے
 چھوٹے بھائی تھے۔

حضرت ابو نجیب رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ خرقہ حضرت شیخ قاضی وجیہہ الدین رحمۃ اللہ
 علیہ متوفی ۵۶۶ھ تھے۔ شیخ الاسلام شہاب الدین سہروردی نے خرقہ خلافت اپنے چچا
 محترم سے حاصل کیا، سلسلہ سہروردیہ آپ سے ہی منسوب ہے۔

ایک دن حضرت شیخ ضیاء الدین ابو نجیب عبد القاہر سہروردی قدس سرہ اپنے برادر
 زادے کو بارگاہِ غوثیت میں لے گئے اور عرض کیا: اس فرزند کو علم الکلام سے بڑا لگاؤ ہے
 سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا: آپ نے علم الکلام میں کون کون سی
 کتابیں پڑھی ہیں؟ یہ فرما کر دست مبارک حضرت شہاب الدین قدس سرہ کے سینہ پر
 پھیرا تو اسی وقت علم الکلام کے تمام علوم آپ کے سینہ اور ذہن سے محو ہو گئے اور آپ
 جواب نہ دے سکے، اس وقت جناب غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم نے تمہارے
 سینے سے علم الکلام کو محو کر دیا ہے اور اس کے عوض معرفت حق کے علم سے پر کر دیا ہے۔

حضرت سیدنا غوث اعظم فرمایا کرتے تھے: اے عمر! تم عراق کے آخری مشہور
 انسان ہو، جب سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے دنیا کے تمام ولیوں کو ولایت کے عہدے
 تقسیم کیے تو حضرت خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی کہ حضور! مجھے عراق کی

ولایت عنایت فرمائیں، تو آپ نے فرمایا کہ عراق کی ولایت ہم نے شہاب الدین کو عطاء کر دی ہے، تمہیں ہند کی ولایت عطاء کرتے ہیں۔

جب سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا ۵۶۲ھ میں انتقال ہوا اور آپ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے تو بغداد کی سیادت روحانی پر ابو نجیب سہروردی فائز ہوئے، لیکن ابھی ایک ہی سال گزرا تھا کہ ۵۶۳ھ میں آپ کا بھی وصال ہو گیا، آپ کے بعد بغداد کی مسند رشد و ہدایت پر حضرت شیخ شہاب الدین متمکن ہوئے، لاکھوں بندگانِ خدا آپ سے فیض یاب ہوئے، اس دور کے بہت سے علماء، فقہاء اور صلحاء آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ آپ کی شہرت نہ صرف عراق تک محدود رہی بلکہ مصر، شام، حجاز، ایران میں دور دور تک پھیل گئی۔ آپ کے خلفاء میں جو ہر وقت آپ کے پاس رہتے تھے: نجیب الدین برغت، شیخ نور الدین غزنوی، شیخ ضیاء الدین رومی، شیخ جلال الدین تبریزی، شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی رحمہم اللہ شامل ہیں، شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے بارے میں آیا ہے کہ آپ صرف سترہ دن آپ کی بارگاہ میں رہے، ان کے علاوہ بے شمار مشائخ نے آپ کے آستانہ سے فیوضات حاصل کیے۔

عوارف المعارف

تصوف پر جتنی بھی کتابیں لکھی گئی ہیں، عوارف المعارف کو ان میں خاص مقام حاصل ہے، یہ ایک ایسی کتاب ہے کہ ہر دور کے مشائخ نے اس کتاب کو ہر زبان بنائے رکھا، اس کتاب میں آپ نے شیوخ اور مریدین کی راہنمائی کے لیے ہزاروں نقاط بیان فرمائے ہیں۔

خانقاہی نظام

آپ رحمۃ اللہ علیہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے خانقاہوں کے لیے باقاعدہ نظام قائم کیا اور اس کے آداب متعین فرمائے، آپ کے سلسلہ کے حضرات ہی نہیں بلکہ

دوسرے سلاسل کے پیروکار بھی آج تک اسی خانقاہی نظام پر عمل پیرا ہیں اور ان آداب کی باقاعدہ پیروی کرتے ہیں۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی نے خانقاہی نظام میں شریعت کی پابندی کو لازم قرار دیا ہے جسے اختیار کر کے ہر شیخ طریقت اور مرید صادق قرآن و سنت کی اتباع میں زندگی گزارتا ہے۔

آپ کے سلسلہ سہروردی کے جن مشائخ نے برصغیر پاک و ہند میں تبلیغ اسلام کے لیے کردار ادا کیا، ان میں شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی، آپ کے صاحبزادے شیخ صدر الدین، آپ کے پوتے رکن الدین شیخ جہانیاں، جہاں گشت حمید الدین ناگوری کے علاوہ آپ کے دیگر خلفاء نے اسلام پھیلانے میں خاص کردار ادا کیا، آپ نے بغداد شریف میں مشائخ کی وہ جماعت تیار کی جس نے شریعت مطہرہ پر عمل کرتے ہوئے پوری دنیا میں خانقاہی نظام کو منفرد انداز میں متعارف کروایا۔

وفات: آپ قدس سرہ العزیز نے ۶۳۲ھ میں بغداد شریف میں وصال فرمایا۔

سیرت کے چند گوشے

حضرت علامہ پیر سید نذیر حسین شاہ صاحب
پرنسپل محمدیہ غوثیہ کینٹ سیالکوٹ

مؤلف:

علامہ مولانا محمد افضل قادری
خطیب جامع مسجد نورنبی پکی کوٹلی ڈسکہ روڈ سیالکوٹ

قبلہ سیدی و استاذی

قبلہ پیر سید نذیر حسین شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ

قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شمار ایسے لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنی زندگیوں میں دین اسلام کی اشاعت و سر بلندی اور فروغ عشقِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں گزار دیں، ایسے لوگ سالوں بعد پیدا ہوتے ہیں، ایسے لوگ دنیا میں بھی عزت و شان کی زندگی گزارتے ہیں اور جب اس دنیا سے آخرت کی طرف سفر شروع کرتے ہیں تو ان کا انداز ہی کچھ ایسا ہوتا ہے کہ لوگ اور دنیا والے انگشت بدندان رہ جاتے ہیں، انہیں میں قبلہ شاہ صاحب کی ایک ہستی ہے۔

یوں تو قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے بے شمار گوشے ہیں، جن کا احاطہ ناممکن ہے، کیونکہ ایسی شخصیات اپنے آپ کو چھپائے رکھتے ہیں، اور اپنا اصل مقام لوگوں کے سامنے ظاہر نہیں ہونے دیتے۔ لیکن اس کے باوجود قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی ایک کھلی کتاب کی طرح ہے، جو بھی قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملا، ان کے قریب رہا، یا کسی نہ کسی طرح ان سے تعلق اور نسبت رہی، وہ قبلہ شاہ صاحب، رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کا معترف ہو گیا۔ ذیل میں ہم قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے چند گوشے احاطہ تحریر میں لانے کی کوشش کرتے ہیں:

محبت شیخ

جہاں حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ نے قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دینی علوم کا منبع بنایا تھا، وہاں ساتھ ساتھ سلوک کی منازل طے کروانے کے اپنے فیوضات اور برکات کا

منبع بھی بنا دیا۔ قبلہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد کامل حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کی ضیاء پاشیوں سے منور تھے۔ اور ان کے دل میں اپنے شیخ کامل کی محبت کا جذبہ موجزن تھا ان کے انگ انگ میں محبت شیخ اس قدر جاگزیں ہو چکی تھی جس کا اظہار ان کے قول و فعل سے ہوتا تھا قبلہ شاہ صاحب کو حضور ضیاء الامت آپ کے خانوادے حتیٰ کہ بھیرہ شریف کی سرزمین سے بھی محبت تھی۔ قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ادب و احترام کا پیکر تھے اور اپنے تلامذہ اور متوسلین کو ادب و احترام کا ہی سبق دیا۔ قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد کامل سے نسبت رکھنے والی ہر چیز کو عزت و قدر کی نگاہ سے دیکھتے، گویا مرشد کامل کا ادب و احترام محبت ان کے رگ و ریشہ میں رچ بس چکی تھی۔ غالباً یہی چیز تھی کہ جب حضور ضیاء الامت کا وصال ہوا تو یہ خبر قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر کوہِ گراں بن کر گری۔ اور اس وجہ سے طبیعت پر اس قدر بوجھ تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دل کی تکلیف ہو گئی اور یہ تکلیف تادم آ خر رہی۔

قبلہ شاہ صاحب اپنے شیخ کی محبت میں حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر کا مصداق تھے:

ایہہ تن میرا چشمہ ہووے میں مرشد ویکھ نہ رجاں ہو
 لوں لوں دے ڈھ لکھ لکھ چشماں اک کھولا اک کجاں ہو
 اتنا ڈھٹیاں مینوں صبر نہ آوے ہو رکتے ول بھجاں ہو
 مرشد دا دیدار ہے باہو مینوں لکھ کروڑاں ججاں ہو

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب انوارِ قدسیہ میں لکھا ہے کہ شیخ کامل کی

پیروی واجب ہے۔

اور اسے دلیل سے ثابت کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

”اندرونی نجاستوں کو دور کرنے کے لیے بجز اتباعِ شیخ کے اور کوئی راستہ نہیں، کوئی شخص خود اپنی اصلاح کرنے لگے تو کوئی فائدہ نہیں ہوگا، اگرچہ وہ

ہزار کتابیں حفظ کر لے۔ سوائے عزیز! تجھ پر لازم ہے کہ کسی شیخ کامل کی تلاش کرے اور امر آخرت میں غور سے کام لے۔“

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

نیست ممکن در رہ عشق اے پسر راہ بردن بے دلیل رہبر۔

”اے عزیز! راہ عشق (راہ حق) میں بغیر دلیل اور راہبر کے چلنا ناممکن ہے۔“

عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مردِ خدا کا عمل عشق سے صاحبِ فروغ، عشق ہے اصل حیاتِ موت ہے اس پر حرام قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پیکر عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اور تاجدارِ کائنات حضور اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا جذبہ اس قدر موجزن تھا کہ جب نعت پڑھی جاتی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات اور فضائل کا تذکرہ ہوتا تھا یا پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کرم نوازیوں کا تذکرہ ہوتا تھا تو قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں سے سیل رواں شروع ہو جاتا تھا اور چھما چھم آنسو برسنا شروع ہو جاتے تھے جس سے محبت ہوتی ہے اس کی ہر ادا اور ہر چیز سے پیار ہوتا ہے۔ قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت اور عشق اس بات سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ جب کوئی مدینہ شریف اور حجاز مقدس عمرہ کے لیے جاتا یا واپسی پر قبلہ شاہ صاحب سے ملاقات کرتا تو قبلہ شاہ کی محبت کا منظر دیدنی ہوتا تھا۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے اور گویا دل میں یہ جذبہ موجزن ہو جاتا تھا:

ہوا ہو ایسی کہ ہندوستان سے اقبال

اڑا کے مجھ کو غبارِ راہِ حجاز کر لے

قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور عظمت و شان پر کبھی بھی سمجھوتہ نہیں کیا، بلکہ بانگِ دہل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمتوں اور

شانوں کا تذکرہ فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے: جس کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور ادب و احترام نہیں، اس کا خدا کے ساتھ کوئی تعلق اور اس کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ محبت کا اظہار اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ دعا کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی اور عشقِ مصطفوی مانگتے اور برستی ہوئی آنکھوں سے دعا کرتے ہوئے اس وقت دعا میں گداز اور ایک ایسی کیفیت پیدا ہو جاتی تھی جب یہ کہتے کہ اے اللہ! ہمیں حضور کی غلامی میں موت عطاء فرما! اور قال اللہ وقال الرسول کہتے ہوئے ہمیں موت آئے۔ اور بہتی ہوئی آنکھوں سے علامہ اقبال کا یہ شعر پڑھتے تھے:

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر
روز محشر عذر ہائے من بذیر
گر تو می بینی حسابم نا گزیر
از نگاہِ مصطفیٰ پنہاں بگیر

یعنی اے میرے اللہ! تو دونوں جہانوں سے مستغنی ہے، تجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں لیکن میں عاجز اور فقیر بندہ ہوں، تیرے لطف و کرم کا محتاج ہوں، میرے مولا تو جانتا ہے کہ میں بہت گناہ گار ہوں، لیکن میری ان خطاؤں کے کچھ عذر بھی ہیں، اگر تو اپنے فضل و احسان سے میری کمزوریوں کو دیکھ کر میرے گناہوں کو معاف کر دے تو تیری رحمت سے بعید نہیں، لیکن اگر تو نے میرا حساب ضرور ہی لینا ہے تو میری یہ التجا ہے تو خود جو چاہے میرے ساتھ سلوک کرنا، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے میرا امتحان دیگر اور میرا اعمال نامہ کھول کر مجھے شرمندہ ہونے سے بچائے رکھنا۔ یہی وہ عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جس کا بیج حضور ضیاء الامت نے کئی سال پہلے قبلہ شاہ صاحب کے من میں بویا تھا، پھر جب وہ تناور درخت بن گیا تو اس نے لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی محبت کا سایہ عطاء فرمایا اور کتنے دلوں کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق سے
موجزن کر دیا۔

حضور ضیاء الامت رضی اللہ عنہ نے اسی لیے فرمایا تھا کہ اگر کل قیامت کو مجھ سے
پوچھا گیا کہ کیا کر کے آئے ہو تو میں قبلہ سیدنذیر حسین شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ کو پیش کر
دوں گا۔

مصلح

کسی کی اصلاح کرنا بہت بڑا کام ہے، یہاں قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے
تلامذہ، متوسلین اور مریدین کی اصلاح و تربیت فرماتے تھے اور انہیں شفقت ہے سمجھاتے
تھے وہاں پر دورانِ محافل اگر کسی نعت خواں یا مقرر سے غلطی ہو جاتی تھی تو قبلہ شاہ
صاحب سمجھتے تھے کہ یہ غلطی بدگمانی پیدا کرنے لگی یا پھر اس سے غلط تاثر ابھرے گا تو قبلہ
شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ موقع پر ہی اس کی اصلاح فرمادیتے تھے۔ اگرچہ وہ سید
عبدالرحمن بخاری جیسا ہی اسکا لڑکیوں نہ ہو۔

صفت رحمت

گداز اور نرمی محبت و شفقت قبلہ شاہ صاحب کی طبیعت میں ودیعت کر دی گئی تھی،
عفو و درگزر نرمی اور گداز اس قدر طبیعت میں تھا کہ اپنے تو اپنے غیر بھی اس صفت کے
معترف تھے۔ راقم کو ایک مرتبہ جامع تجوید القرآن جو فقیر محمد سعودی کا ادارہ ہے جانے کا
اتفاق ہوا تو وہاں ہماری ملاقات ایک پختون قاری صاحب سے ہوئی، انہوں نے ہمیں
پوچھا کہ آپ لوگ کہاں سے آئے ہیں؟ تو ہم نے بتایا: دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کینٹ سے، تو
ان کی زبان پر الفاظ تھے کہ قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک ایسے عالم ہیں جن کے اندر
میں نے تمام صوفیانہ خصوصیات دیکھی ہیں اور سیالکوٹ میں ایسا اور کوئی شخص مجھے نظر
نہیں آیا، پھر انہوں نے اپنے ساتھ بیٹا ہوا ایک واقعہ سنایا کہ میں قبلہ شاہ صاحب کی

بارگاہ میں بچہ داخل کروانے کے لیے گیا، وہ بچہ پٹھان تھا تو شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حالات کے پیش نظر پختون بچے کو داخل کرنے سے معذرت کر لی جب کہ میں اسے داخل کروانے پر مصر تھا، اس اصرار کی وجہ سے میں نے سخت الفاظ بھی بولے اور یہاں تک کہہ دیا کہ میں کل قیامت کو آپ کا گریبان پکڑوں گا، قبلہ شاہ نرمی کے ساتھ مجھے اپنا موقف سمجھانے کی کوشش کرتے رہے، جس طرح کے الفاظ میں نے بولے تھے، کم و بیش دو سو کے قریب طالب علم اس وقت مسجد میں موجود تھے، اگر قبلہ شاہ صاحب ایک اشارہ کرتے تو وہ میری ہڈی پسلی ایک کر دیتے، لیکن انہوں نے میرے ساتھ عفو و درگزر اور نرمی کا برتاؤ کیا اور میں آج بھی ان کی اس شانِ رحیمی و کریمی کا معترف ہوں۔

علاوہ ازیں قبلہ شاہ صاحب اپنے تلامذہ مریدین اور متوسلین سے نہایت محبت اور شفقت سے پیش آتے تھے، اسی صفت نے ہر کسی کو قبلہ شاہ صاحب کا گرویدہ بنا دیا تھا۔

مستغنی

نہ ڈھونڈ اس چیز کو تہذیب حاضر کی تجلی میں

کہ پایا میں نے استغناء میں معراجِ مسلمانی

قبلہ شاہ کی طبیعت میں کمال درجے کا استغناء پایا جاتا تھا، طبیعت میں یہ چیز ایسے

ودیعت کر دی گئی تھی کہ بڑی سے بڑی شقت کو بے معنی سمجھتے تھے۔

مردِ مؤمن کی ایک خاصٹی نٹھان یہ بھی ہوتی ہے کہ وہ کائنات و مافیہا کی مادی تمام

صنعتوں کو اپنے پائے حقارت سے ٹھکرا دیتا ہے، جو اس کی روحانی راہوں میں رکاوٹ کا

باعث بنتی ہیں۔

قبلہ شاہ صاحب اکثر فرمایا کرتے تھے کہ علومِ اسلامیہ حاصل کرتے ہوئے اگر

تمہارے دلوں میں دینِ اسلام کی خدمت و اشاعت اور خدا و رسول کی محبت کا جذبہ

موجزن ہے، تو تمہیں زندگی بھر فاقہ نہیں آسکتا اور میں یہ دعوے سے کہتا ہوں کہ اگر

اخلاص اور محبت کے باوجود تمہیں کوئی ایسی چیز لاحق ہو تو اگر میں زندہ ہوں تو مجھے آکر کہنا

اور اگر اس دنیا سے چلا جاؤں تو میری قبر پر آ کر کہنا تم غلط کہتے تھے سوچنے کی بات ہے کہ اتنا بڑا دعویٰ کون کر سکتا ہے یقیناً ایسے لوگ ہی کر سکتے ہیں جن کے اندر کمال درجے کا استغناء، محبت اور اخلاص ہوتا ہے اور جنہیں اپنے رب کی عنایتوں اور بخششوں پر مکمل یقین ہوتا ہے اور جو کسی غیر کی طرف دیکھنے کی بجائے اپنے مالک و مولا کی بارگاہ کی طرف دیکھتے ہیں بلکہ کسی اور کی طرف دیکھنا گوارا بھی نہیں کرتے۔ ان کی کہی ہوئی بات سو فیصد درست ہے، اگر کوئی علوم دین اسلام اخلاص و محبت سے حاصل کرتا ہے اور اس کے دل میں اس کی اشاعت کا جذبہ موجزن ہے تو کائنات کی کوئی چیز اس پر اثر انداز نہیں ہو سکتی، اس کی بہترین مثال قبلہ شاہ کی ہستی ہمارے لیے موجود ہے۔

مختصر بیان کرتا ہوں کہ راقم کی جب شادی ہوئی تو قبلہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ عمرہ کے لیے گئے ہوئے تھے جب واپس تشریف لائے تو فرمانے لگے: ہماری غیر موجودگی میں تم نے شادی کر لی ہے، المختصر میں نے قبلہ شاہ کی خدمت میں کچھ تحائف پیش کیے جو سب کے سب قبلہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی وقت تمام اساتذہ میں تقسیم کر دیئے اور اپنے لیے کوئی چیز بھی بچائے نہ رکھی، میرے دل میں تھوڑا ملال گزرا کہ میں تو شاہ صاحب کی خدمت کے لیے یہ تمام تحفے لایا تھا، لیکن انہوں نے کوئی چیز بھی نہیں رکھی۔ لیکن یہ کمال استغناء تھا۔ میرے نزدیک استغناء کی یہ بہت بڑی مثال ہے، جیسا کہ اسرار الاولیاء میں ہے کہ دو بزرگوں کی آپس میں ملاقات ہوئی، ایک نے پوچھا: بتاؤ! کیا حال ہے؟ وہ کہنے لگے: مل جائے تو کھا لیتے ہیں ورنہ اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں، دوسرے بزرگ فرمانے لگے: یہ کوئی بڑی بات نہیں، ایسا تو کتے بھی کرتے ہیں، مل جائے تو کھا لیتے ہیں، نہیں ملتا تو صبر کر لیتے ہیں۔ دوسرے بزرگ فرمانے لگے: تم کیا کرتے ہو؟ فرمانے لگے: مل جائے تو آگے تقسیم کر دیتے ہیں، نہ ملے تو شکر و صبر کرتے ہیں۔

مؤمن چونکہ حق کا متلاشی ہوتا ہے اور اسی ذات میں محور ہتا ہے تو پھر ساری کائنات اس کی جستجو میں محور ہو جاتی ہے۔

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مؤمن کی یہ شان کہ گم اس میں ہیں آفاق

خودی اور خودداری

قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے تمام شاگردوں کو اس بات کا بطور خاص سبق دیا کرتے تھے کہ خودی کو ملحوظ خاطر رکھو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے کسی فعل کی وجہ سے لوگ دین سے متنفر ہو جائیں۔ قبلہ شاہ صاحب علامہ اقبال کے اس شعر کے مصداق تھے:

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے ایسے عزت و شان سے زندگی گزاری جس کو لوگ حیرت سے دیکھتے ہیں اپنا وقار بنا کے رکھا اور اس کو برقرار رکھا۔ اور اس خودی کی وجہ سے لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کیا اور ان کے دلوں میں اسلام کی محبت ڈال دی۔ ہم نے اپنے ساتھ آٹھ سالہ دور میں دیکھا کہ اگر کسی نے قبلہ شاہ صاحب سے مدد طلب کی تو وہ بھی آپ کے قدموں میں حاضر ہوا اور اگر کسی سے قبلہ شاہ صاحب کو کام پڑ گیا تو وہ بھی دست بستہ قبلہ کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا۔ مالی معاونت کے لیے بھی لوگ حضور قبلہ شاہ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے رہے ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ انہوں نے ادارہ کے لیے کبھی بہت بڑی مہم چلائی یا بہت زیادہ بھاگ دوڑ کی ہو (جس طرح دیگر احباب کرتے ہیں) بلکہ فرمایا کرتے تھے: ہم نے یہاں ڈیرہ لگایا ہوا ہے اور بیٹھے ہیں اللہ ہر کسی کو یہاں ہی بھیج دیتا ہے۔ اور ان تمام مذکورہ چیزوں کے بغیر ہی ادارے کا نظام بہترین انداز میں چلایا۔ یہ فوری کی بہت بڑی مثال ہے۔

قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ علامہ اقبال کا یہ شعر پڑھ کر سنایا کرتے تھے:

اے طائر لاهوتی! اس رزق سے موت اچھی

جس سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

بندۂ مؤمن کا یہ وہ مقام ہے جو اسے ساری دنیا سے مستغنی اور بے نیاز کر دیتا ہے اور بندۂ مؤمن کو جب یہ مقام حاصل ہو جاتا ہے تو تمام دنیا اس کی حاجت مند اور دستگیر بن جاتی ہے اس لیے کہ اس کی آرزوؤں کا مرکز و محور اور قبلہ حاجات صرف اور صرف محبوبِ حقیقی کی ذات ہوتی ہے، مگر مقامِ تاسف یہ ہے کہ جب ہم اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھتے ہیں تو ہمیں اپنی زندگیاں کسی اور ڈگر پر چلتی ہوئی نظر آتی ہے، ہماری خلوت و جلوت کے انداز مختلف نظر آتے ہیں۔

اسی مقام پر علامہ نے کہا تھا:

یہ شہادت کہ اُلفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

مؤمنانہ فراست

حدیث قدسی میں ارشاد ہوتا ہے:

اتَّقُوا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ إِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُورِ اللَّهِ .

ترجمہ: ”مؤمن کی فراست سے ڈرو وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔“

قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے مؤمنانہ فراست عطاء فرمائی ہوئی تھی، وہ آدمی کا چہرہ دیکھ کر اس کے احوال بتا دیتے تھے، کئی دفعہ دورانِ تدریس کلاس میں ایسا ہوتا تھا کہ قبلہ شاہ صاحب طالب علم کا چہرہ دیکھ کر فرماتے تھے کہ تم نے آج فجر کی نماز ادا نہیں کی، وہ طالب علم اپنا عذر پیش کرتا اور عرض کرتا: جی حضور! میں آج فجر کی نماز ادا نہیں کر سکا۔

راقم الحروف کے ساتھ بھی ایک ایسا ہی واقعہ پیش آیا تھا، رمضان المبارک کا مہینہ تھا کہ ایک رات مجھے گردے کی بہت شدید تکلیف ہوئی، ساری رات اسی تکلیف میں گزار دی، صبح صادق کے وقت کچھ افاقہ ہوا تو روزہ رکھنے کے فجر کی نماز ادا کی اور پھر جب وقت ہوا تو مدرسہ چلا گیا، سردیوں کا موسم تھا۔ غالباً پہلا پریڈ تھا، قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ

علیہ مسجد کے صحن میں کسی منتہی کلاس کو پڑھا رہے تھے، میں وضو کرنے کے لیے مسجد کی ٹونٹیوں کی طرف جا رہا تھا، یونہی میں قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سے گزر کر تھوڑا سے آگے نکلا تو قبلہ شاہ نے اپنے مخصوص انداز میں مجھے آواز دی (افضل صاحب!) میں ٹونٹیوں پر جانے کی بجائے قبلہ شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور دست بوسی کی، تو شاہ صاحب فرمانے لگے: کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا: حضور! بہتر ہے، پھر برجستہ میرے ذہن میں رات کا احوال بیان کرنے کی سوجھی تو میں نے ابھی اتنا جملہ ہی کہا تھا کہ (حضور! رات کو مجھے) تو قبلہ شاہ صاحب فرمانے لگے: میں نے اسی لیے آپ کو بلایا ہے۔ پھر قبلہ شاہ صاحب نے مجھے ایک تعویذ دیا اور فرمایا کہ اسے درد کی جگہ پر باندھ لو، میں نے وہ تعویذ باندھ لیا اور درد ختم ہو گیا۔

یہی وہ مؤمنانہ فراست اور مؤمنانہ شان ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عطاء فرماتا ہے، جس کی وجہ سے وہ عرش کی بلندیوں سے لے کر زمین کی تہوں تک دیکھ لیتے اور یہ شان اللہ تعالیٰ نے قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو عطاء فرمائی ہوئی تھی۔

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ
ید بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

طریقہ ذکر اسم ذات

کسی علیحدہ جگہ با وضو ہو کر بیٹھ جائے اور پچیس دفعہ استغفار دو مرتبہ فاتحہ شریف اور تین بار درود شریف پڑھے۔ اس کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرے کہ اے مولائے کریم! میں نے دو مرتبہ فاتحہ پڑھی ہے اس میں سے ایک فاتحہ کا ثواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارکہ کو پہنچا اور دوسری فاتحہ کا ثواب میرے سلسلہ کے تمام بزرگان کی ارواح عالیہ کو پہنچا اور ان کی برکت سے مجھے بنانیک اور صالح بندہ بنا اور میرے دل سے غیر اللہ کی محبت نکال کر اسے اپنی محبت اور معرفت سے لبریز فرما۔ پھر درود شریف ایک بار پڑھ کر منہ پر ہاتھ پھیر لے۔

اس کے بعد اپنے لطیفہ قلب کی طرف متوجہ ہو جائے اپنی زبان کو تالو سے چسپاں کرے اور اپنے کسی بھی عضو کو حرکت دیئے بغیر صرف خیالی طاقت سے اپنے قلب پر نہایت تیزی سے اللہ اللہ کی ضرب لگائے۔ اگر ہاتھ میں تسبیح ہو تو بہتر ہے اس سے ارتکاز توجہ میں مدد ملتی ہے۔ تسبیح جتنی تیزی سے چلا سکے اتنا ہی بہتر ہے۔ اس کے بعد دعا کر کے اٹھ جائے۔

یہ تو ایک مخصوص وقت میں ذکر کرنے کا طریقہ ہے۔ اس کے علاوہ بھی اٹھتے بیٹھتے اور چلتے پھرتے اپنے قلب کی طرف متوجہ رہے اور دل میں ذکر کرتا رہے اس کے لیے با وضو ہونا ضروری نہیں۔

دیگر لطائف اور ان کا ذکر

جب سالک کا ذکر قلبی جاری ہو جاتا ہے تو اسے لطائف پر ذکر کی تلقین کی جاتی ہے۔ واضح رہے کہ جس طرح جسمانی اور ذہنی صلاحیتیں مختلف ہوتی ہیں، اسی طرح روحانی استعدادی بھی مختلف ہوتی ہیں۔ بعض سالک تھوڑے عرصے میں اتنا کچھ حاصل کر لیتے ہیں، جس کے حصول میں دوسروں کی عمریں بیت جاتی ہیں۔

لطائف دس ہیں: پانچ کا تعلق عالم امر سے ہے اور پانچ کا تعلق عالم خلق سے ہے۔

عالم امر سے متعلق پانچ لطائف یہ ہیں: قلب، روح، سر، خفی، انھی

لطیفہ قلب کا مقام بائیں پستان سے دو انگلی نیچے مائل بہ پہلو ہے۔

لطیفہ روح کا مقام دائیں پستان سے دو انگلی نیچے مائل بہ پہلو ہے۔

لطیفہ سر کا مقام بائیں پستان کے متوازی دو انگلی کے فاصلے پر مائل بوسط سینہ۔

لطیفہ خفی کا مقام دائیں پستان کے متوازی دو انگلی کے فاصلے پر مائل بوسط سینہ۔

لطیفہ انھی کا مقام وسط سینہ ہے۔

عالم خلق سے متعلق پانچ لطائف یہ ہیں:

نفس، عنصر آب، عنصر خاک، عنصر آتش، عنصر باد

نفس کا مقام وسط پیشانی ہے اور عناصر رابعہ کا پورا بدن۔

ذکر نفی اثبات

تمام لطائف پر ذکر اسم ذات کرانے کے بعد ذکر نفی اثبات کرایا جاتا ہے جس کا

طریقہ یہ ہے:

کسی علیحدہ جگہ با وضو ہو کر بیٹھ جائے اور خیالی طاقت سے ”لا“ کو ناف سے کھینچ کر

سر کی چوٹی تک لے جائے اور ”الہ“ کو نیچے دائیں کندھے پر لائے اور ”الا اللہ“ کی

ضرب کندھے سے دل پر اس طرح لگائے کہ اس کا اثر پانچوں لطائف تک پہنچے۔ اس

مجموعہ سے ”لا“ معکوس کی شکل بنتی ہے۔

یہ ذکر بھی ذکر اسم ذات کی طرح زبان اور کسی دوسرے عضو کو حرکت دیئے بغیر کرنا ہوتا ہے البتہ اس میں جس دم (سانس بند کرنا) بہتر ہوتا ہے۔ جتنا زیادہ جس دم کر سکے اتنا ہی اچھا ہے۔ ہر سانس میں طاق مرتبہ ذکر کرے اور جب سانس چھوڑے تو خیال میں محمد رسول اللہ کہے۔ ذکر کرتے ہوئے وقفے وقفے سے زبان کے ساتھ یہ دعا بھی کرتا رہے کہ: ”الہی مقصود من توئی ورضائے تو مرا محبت و معرفت خود عطا کن“۔ (الہی! تو ہی میرا مقصود ہے اور تیری رضا۔ مجھے اپنی محبت اور معرفت عطاء فرما)۔

مراقبات

مراقبہ دائرہ امکان

(۱) مراقبہ احدیت

فیض می آید از ذاتیکہ جمیع صفات کمال است و منزہ از ہر نقص زوال است..... مور و فیض لطیفہ قلب من است۔

”فیض آ رہا ہے اس ذات سے جو تمام صفات کمال کی جامع ہے اور ہر نقص و زوال سے پاک ہے..... وور و فیض کی جگہ میرا لطیفہ قلب ہے۔“

مراقبات ولایت صغریٰ

(۲) مراقبہ تجلیات افعالیہ

الہی! فیض تجلیات افعالیہ کہ از لطیفہ قلب مبارک آں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منجز موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بر لطیفہ قلب حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام افاضہ فرمودہ بر لطیفہ قلب ایں ضعیف فقیر بواسطہ پیران کبار مارحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم القاء کن۔

”الہی! تجلیاتِ افعالیہ کا جو فیض تو نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لطیفہ قلب سے حضرت آدم علیہ السلام کے لطیفہ قلب پر القاء فرمایا ہے، وہی فیض بزرگانِ کرام کے طفیل اس فقیرِ ضعیف کے لطیفہ قلب پر بھی القاء فرما۔“

(۳) مراقبہ تجلیاتِ صفاتِ ثبوتیہ

الہی! فیض تجلیاتِ صفاتِ ثبوتیہ کہ از لطیفہ روحِ مبارک آں سرورِ کائناتِ مفرج موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بر لطیفہ روحِ حضرت نوح و حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہما الصلوٰۃ والسلام افاضہ فرمودہ بر لطیفہ روحِ اس ضعیف فقیر بواسطہ پیران کبارِ رحمۃ اللہ علیہم القاء کن۔

”الہی! تجلیاتِ صفاتِ ثبوتیہ کا جو فیض تو نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لطیفہ روح سے حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لطیفہ روح پر القاء فرمایا ہے، وہی فیض بزرگانِ کرام کے طفیل اس فقیر ضعیف کے لطیفہ روح پر بھی القاء فرما۔“

(۴) مراقبہ تجلیاتِ شیوناتِ ذاتیہ

الہی! فیض تجلیاتِ شیوناتِ ذاتیہ کہ از لطیفہ سرِ مبارک آں سرورِ کائناتِ مفرج موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بر لطیفہ سرِ مبارک حضرت موسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام افاضہ فرمودہ بر لطیفہ سرِ اس ضعیف فقیر بواسطہ پیران کبارِ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم القاء کن۔

”الہی! تجلیاتِ شیوناتِ ذاتیہ کا جو فیض تو نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لطیفہ سر سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لطیفہ سر پر القاء فرمایا ہے، وہی فیض بزرگانِ کرام کے طفیل اس فقیر ضعیف کے لطیفہ سر پر بھی القاء

فرما۔

(۵) مراقبہ تجلیات صفات سلبیہ

الہی! فیض تجلیات صفات سلبیہ کہ از لطیفہ خفی مبارک آں سرور کائنات مفر
موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بر لطیفہ خفی حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ
والسلام افاضہ فرمودہ بر لطیفہ خفی اس ضعیف فقیر بواسطہ پیران کبار مارحمۃ اللہ
علیہم القاء کن۔

”الہی! تجلیات صفات سلبیہ کا جو فیض تو نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کے لطیفہ خفی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لطیفہ خفی پر القاء فرمایا ہے
وہی فیض بزرگان کرام کے طفیل اس فقیر ضعیف کے لطیفہ خفی پر بھی القاء
فرما۔“

(۶) مراقبہ تجلیات شان جامع

الہی! فیض تجلیات شان جامع کہ بر لطیفہ خفی مبارک آں سرور کائنات مفر
موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افاضہ فرمودہ بر لطیفہ خفی اس ضعیف فقیر
بواسطہ پیران کبار مارحمۃ اللہ علیہم القاء کن۔

”الہی! تجلیات شان جامع کا جو فیض تو نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے لطیفہ خفی پر القاء فرمایا ہے وہی فیض بزرگان کرام کے طفیل اس ضعیف
فقیر کے لطیفہ خفی پر القاء فرما۔“

مراقبات ولایت کبریٰ

(۷) مراقبہ دائرہ اولیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ونحن اقرب الیہ من جبل
الورد۔ فیض می آید از ذاتیکہ نزدیک تراست بمن از رگ جان من

بہماں شان کہ مراد اوست تعالیٰ ومنشاء للدائرة الاولى من دوائر
الولاية الكبرى۔ مورد فیض لطیفہ نفس با شرکت لطائف خمسہ عالم امر من
است۔

”بسم اللہ الرحمن الرحیم! اور ہم انسان کے قریب تر ہیں اس کی رگِ جان
سے۔ فیض آ رہا ہے اس ذات سے جو مجھ سے میری رگِ جان سے قریب تر
ہے۔ جس طرح اس کی مراد ہے اور ولایت کبریٰ کے دائروں میں سے
پہیل دائرہ کے لیے اصل ہے۔ وروذ فیض کی جگہ میرا لطیفہ نفس عالم امر کے
پانچ لطائف سمیت ہے۔“

(۸) مراقبہ دائرہ ثانیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یحبہم ویحبونہ۔ فیض می آید از
ذاتیکہ دوست دارد مراد من دوست دارم اور را بہماں شان کہ مراد اوست
تعالیٰ ومنشاء للدائرة الانیة من دوائر الولاية الكبرى۔ مورد فیض
لطیفہ نفس من است۔

”بسم اللہ الرحمن الرحیم! وہ اس کے ساتھ محبت رکھتے ہیں اور وہ ان کے
ساتھ محبت رکھتا ہے۔ فیض آ رہا ہے اس ذات سے جو مجھے دوست رکھتی ہے
اور میں اسے دوست رکھتا ہوں۔ جس طرح اس کی مراد ہے اور ولایت کبریٰ
کے دائروں میں سے دوسرے دائرہ کے لیے اصل ہے..... وروذ فیض کی
جگہ میرا لطیفہ نفس ہے۔“

(۹) مراقبہ دائرہ ثالثہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یحبہم ویحبونہ۔ فیض می آید از
ذاتیکہ دوست دارد مراد من دوست دارم اور را بہماں شان کہ مراد اوست تعالیٰ
ومنشاء للدائرة الثالثة من دوائر الولاية الكبرى..... مورد فیض

لطیفہ نفس من است۔

”بسم اللہ الرحمن الرحیم! وہ ان کے ساتھ محبت رکھتا ہے اور وہ اس کے ساتھ محبت رکھتے ہیں۔ فیض آ رہا ہے اس ذات سے جو مجھے دوست رکھتی ہے اور میں اسے دوست رکھتا ہوں جس طرح اس کی مراد ہے۔ اور ولایت کبریٰ کے دائروں میں سے تیسرے دائرہ کے لیے اصل ہے..... ورو فیض کی جگہ میرا لطیفہ نفس ہے۔“

(۱۰) مراقبہ قوس

بسم اللہ الرحمن الرحیم . یحبہم ویحبونہ . فیض می آید از ذاتیکہ دوست دار و مراد من دوست دارم اور ابہماں شان کہ مراد اوست تعالیٰ و منشأ للقوس من دوائر الولاية الكبرى..... مور و فیض لطیفہ نفس من است۔

”بسم اللہ الرحمن الرحیم! وہ ان کے ساتھ محبت رکھتا ہے اور وہ اس کے ساتھ محبت رکھتے ہیں۔ فیض آ رہا ہے اس ذات سے جو مجھے دوست رکھتی ہے اور میں اسے دوست رکھتا ہوں۔ جس طرح اس کی مراد ہے اور ولایت کبریٰ کے دائروں میں سے قوس کے لیے اصل ہے..... ورو فیض کی جگہ میرا لطیفہ نفس ہے۔“

(۱۱) مراقبہ اسم ظاہر

فیض می آید از ذاتیکہ مسمی است باسم ظاہر۔ مور و فیض لطیفہ نفس با شرکت لطائف خمسہ عالم امر من است۔

”فیض آ رہا ہے اس ذات سے جو اسم ظاہر کے ساتھ مستمعی ہے..... ورو فیض کی جگہ میرا لطیفہ نفس عالم امر کے پانچ لطائف سمیت ہے۔“

نوٹ: واضح رہے کہ ولایت کبریٰ کے پہلے چار مراقبات میں ’بہماں شان کہ مراد

اوست تعالیٰ“ (جس طرح اس کی مراد ہے) کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رگِ جان سے قریب تر ہونے کے صحیح مفہوم اور محبت الہیہ کی صحیح کیفیت کے ادراک سے ہماری عقول قاصر ہیں۔ صحیح مفہوم و کیفیت صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اس لیے یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ اس طرح کا قرب یا اس طرح کی محبت جس طرح اس کی مراد ہے۔ ”بہماں شان کہ مراد اوست“۔

مراقبہ ولایت علیا

(۱۲) مراقبہ اسمِ باطن

فیض می آید از ذاتیکہ مسمی است باسم باطن و منشاء دائرہ علیا است کہ ولایت ملائکہ عظام است..... موردِ فیض عناصر ثلاثہ بدوں عنصر خاکِ من است۔ ”فیض آ رہا ہے اس ذات سے جو اسمِ باطن کے ساتھ مسمی ہے۔ اور دائرہ علیا (جو ولایت ملائکہ عظام ہے) کی اصل ہے..... وروذِ فیض کی جگہ عنصر خاک کے علاوہ میرے باقی تین عناصر ہیں“۔

نوٹ: واضح رہے کہ سلوکِ نقشبندی ولایتِ علیا تک ہی ہے۔ اس کے بعد کا تمام سلوک حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ پر منکشف ہوا ہے اور انہوں نے ہی اس کی تعلیم دی ہے..... سلوک مجددی کے مراقبات مندرجہ ذیل ہیں:

مراقبات سلوک مجددی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۳) مراقبہ کمالاتِ نبوت

فیض می آید از ذاتِ بحت کہ منشاء کمالاتِ نبوت است۔ موردِ فیض عنصر خاکِ من است۔

”فیض آ رہا ہے اس ذاتِ محض سے جو کمالاتِ نبوت کی اصل ہے..... وروذِ

فیض کی جگہ میرا عنصر خاک ہے۔“

(۱۴) مراقبہ کمالات رسالت

فیض می آید از ذات بخت کہ منشاء کمالات رسالت است..... مورِدِ فیض
ہیئت وحدانی من است۔

”فیض آرہا ہے اس ذاتِ محض سے جو کمالات رسالت کی اصل
ہے..... وروِ فیض کی جگہ میری ہیئت وحدانی ہے۔“

نوٹ: واضح رہے کہ لطائف عشرہ بحیثیت مجموعی ہیئت وحدانی کہلاتے ہیں۔

(۱۵) مراقبہ کمالات اولوالعزم

فیض می آید از ذات بخت کہ منشاء کمالات اولوالعزم است..... مورِدِ فیض
ہیئت وحدانی من است۔

”فیض آرہا ہے اس ذاتِ محض سے جو کمالات اولوالعزم کی اصل
ہے..... وروِ فیض کی جگہ میری ہیئت وحدانی ہے۔“

(۱۶) مراقبہ حقیقتِ کعبہ

فیض می آید از ذات بخت کہ منشاء مسجودیت جمیع خلایق است و حقیقت کعبہ
ربانی است..... مورِدِ فیض ہیئت وحدانی من است۔

”فیض آرہا ہے اس ذاتِ محض سے جو تمام مخلوقات کے مسجود ہونے کی اصل
اور حقیقت کعبہ ربانی ہے..... وروِ فیض کی جگہ میری ہیئت وحدانی ہے۔“

(۱۷) مراقبہ حقیقتِ قرآن

فیض می آید از مبدأ وسعت بے چوں حضرات ذات کہ منشاء حقیقت قرآن
است..... مورِدِ فیض حقیقت وحدانی من است۔

”فیض آرہا ہے ذاتِ باری کی بے کیفیت وسعت کے مبدأ سے جو حقیقت

قرآن کی اصل ہے..... وروذ فیض کی جگہ میری ہیئت وحدانی ہے۔“

(۱۸) مراقبہ حقیقتِ صلوة

فیض می آید از کمال وسعت بے چوں حضرت ذات کہ منشا حقیقتِ صلوة
است..... مورذ فیض ہیئت وحدانی من است۔

”فیض آ رہا ہے ذاتِ باری کی بے کیفیت وسعت کے کمال سے جو حقیقت
صلوة کی اصل ہے..... وروذ فیض کی جگہ میری ہیئت وحدانی ہے۔“

(۱۹) مراقبہ معبودیتِ صرفہ

فیض می آید از ذاتیکہ منشا معبودیتِ صرفہ است و حقیقت لا الہ الا اللہ
است..... مورذ فیض ہیئت وحدانی من است۔

”فیض آ رہا ہے اس ذات سے جو معبودیتِ صرفہ کی اصل اور حقیقت لا الہ
الا اللہ ہے..... وروذ فیض کی جگہ میری ہیئت وحدانی ہے۔“

(۲۰) مراقبہ حقیقتِ ابراہیمی

فیض می آید از ذاتیکہ منشاء خلت و حقیقتِ ابراہیمی است..... مورذ فیض
ہیئت وحدانی من است۔

”فیض آ رہا ہے اس ذات سے جو خلت اور حقیقتِ ابراہیمی کی اصل
ہے..... وروذ فیض کی جگہ میری ہیئت وحدانی ہے۔“

(۲۱) مراقبہ حقیقتِ موسوی

فیض می آید از ذاتیکہ منشاء حقیقتِ موسوی و مبدأِ نسبتِ صرفت
است..... مورذ فیض ہیئت وحدانی من است۔

”فیض آ رہا ہے اس ذات سے جو حقیقتِ موسوی کی اصل اور نسبتِ صرفت
کا مبدأ ہے..... وروذ فیض کی جگہ میری ہیئت وحدانی ہے۔“

(۲۲) مراقبہ حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فیض می آید از ذاتیکہ محبت خود و محبوب خود است و منشاء حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم است..... مورد فیض ہیئت وحدانی من است۔
 ”فیض آ رہا ہے اس ذات سے جو خود ہی محبت ہے اور خود ہی محبوب ہے اور حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اصل ہے..... وروذ فیض کی جگہ میری ہیئت وحدانی ہے۔“

(۲۳) مراقبہ حقیقت احمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فیض می آید از ذاتیکہ محبوب خود است و منشاء حقیقت احمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم است..... مورد فیض ہیئت وحدانی من است۔
 ”فیض آ رہا ہے اس ذات سے جو خود ہی محبوب ہے اور حقیقت احمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اصل ہے..... وروذ فیض کی جگہ میری ہیئت وحدانی ہے۔“

(۲۴) مراقبہ حقیقت الحقائق

فیض می آید از ذاتیکہ منشاء حقیقت الحقائق است کہ حقیقت احمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم است..... مورد فیض ہیئت وحدانی من است۔
 ”فیض آ رہا ہے اس ذات سے جو حقیقت الحقائق یعنی حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اصل ہے..... وروذ فیض کی جگہ میری ہیئت وحدانی ہے۔“

(۲۵) مراقبہ لا تعین

فیض می آید از ذات محبت کہ منشاء لا تعین است..... مورد فیض ہیئت وحدانی من است۔

”فیض آ رہا ہے اس ذاتِ حق سے جو لا ھین کی اصل ہے..... وروذ فیض کی جگہ میری ہیئت وحدانی ہے۔“

ختمات ثلاثہ

ختمات ثلاثہ سے مراد تین ختم ہیں جو ہمارے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں پڑھے جاتے ہیں۔ نماز صبح کے وقت ختم ہفت خواجگان نقشبند اور نماز عصر کے بعد ختم مجددی و ختم معصومی۔ ذیل میں تینوں کا طریقہ درج ہے:

طریقہ ختم ہفت خواجگان

سات بار	سورہ فاتحہ مع بسم اللہ
سویار	دروذ شریف
اناسی بار	سورہ الم نشرح مع بسم اللہ
ایک ہزار ایک بار	سورہ اخلاص مع بسم اللہ
سات بار	سورہ فاتحہ مع بسم اللہ
سویار	دروذ شریف
سویار	یا قاضی الحاجات
سویار	یا کافی المهمات
سویار	یا دافع البلیات
سویار	یا شافی الامراض
سویار	یا رفیع الدرجات
سویار	یا مجیب الدعوات
سویار	یا ارحم الراحمین

طریقہ ختم مجددی

درود شریف

سویار

لا حول ولا قوة الا بالله

پانچ سو بار

درود شریف

سویار

طریقہ ختم معصومی

درود شریف

سویار

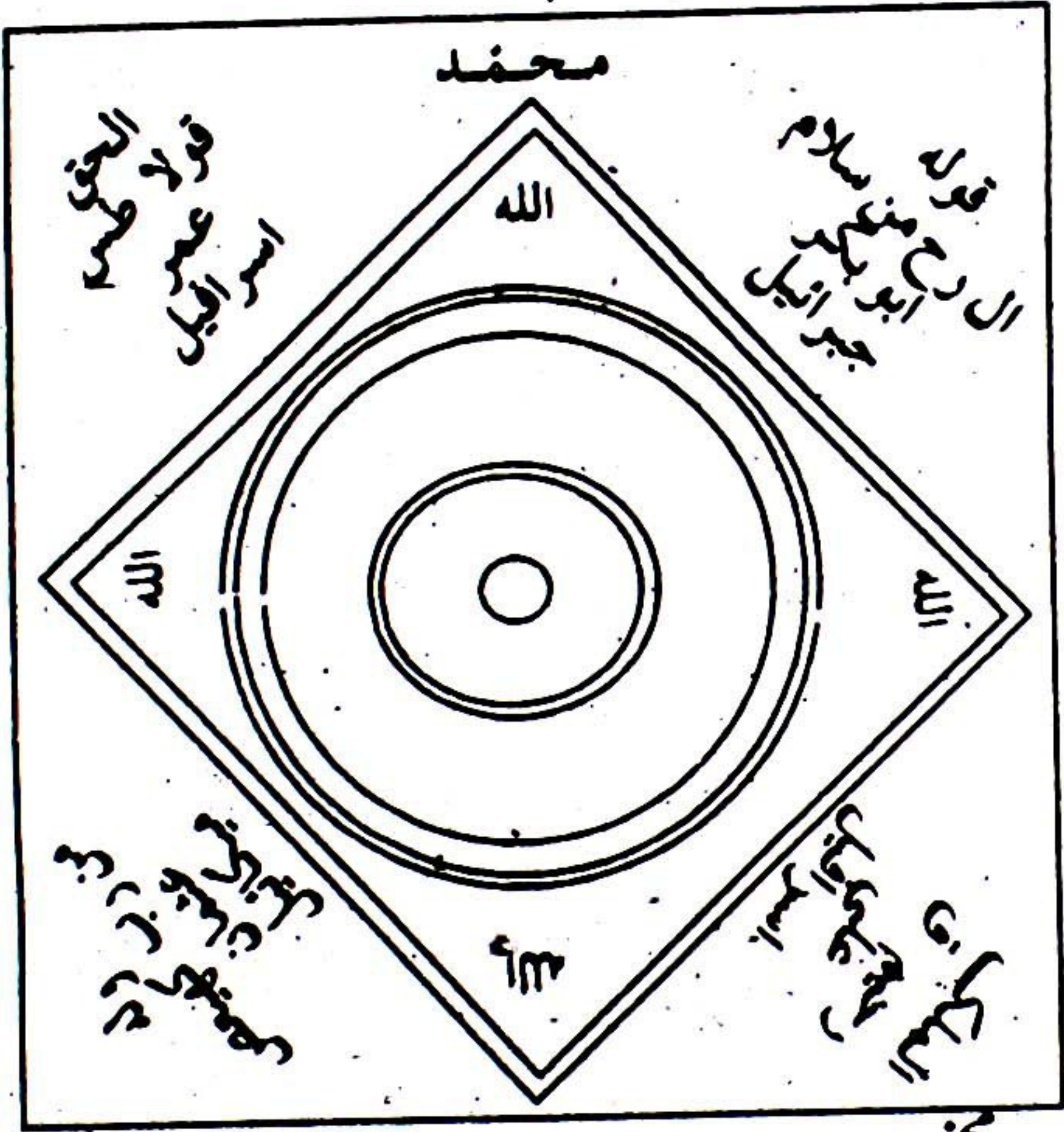
لا اله الا انت سبحانك انى كنت من الظالمين پانچ سو بار

درود شریف

سویار

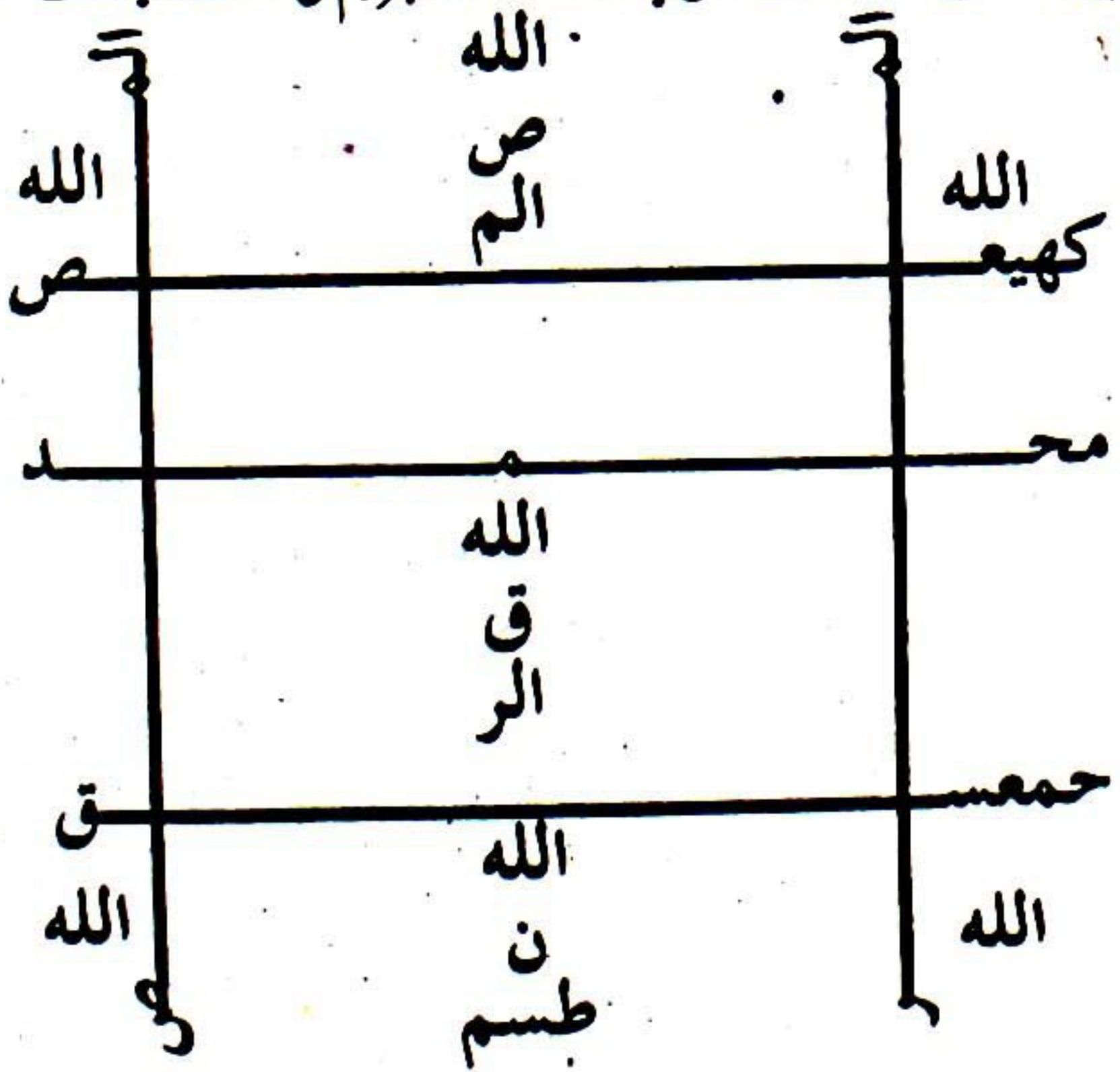
ہر ختم کے بعد دعا کی جاتی ہے اور ختم خواجگان کا ثواب ہفت خواجگان نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی ارواح کو ختم مجددی کا ثواب حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی روح عالیہ کو اور ختم معصومی کا ثواب حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی روح مبارکہ کو پہنچایا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے التجا کی جاتی ہے کہ ان کے طفیل ہمارے حال پر نظر کرم فرما اور ہماری دنیا اور آخرت کی مشکلات دور فرما۔

میں فریم کر کے لٹکائیں وہ ہر قسم کے نقصان سے محفوظ ہوں گے۔ اسی طرح دکان جائیداد وغیرہ ہر چیز کی حفاظت کے لیے یہ تعویذ ہے۔



ہر آفت سے محفوظ رہے

ذیل کا تعویذ لکھ کر گلے میں باندھے تو اللہ ہر قسم کی آفت و بلا سے محفوظ رکھے گا۔



اے اللہ! حامل ہذا کی حروف مقطعات وسید بریات کے طفیل حفاظت فرما!

بیٹا پیدا ہو

ذیل تعویذ لکھ کر جب حمل کو دو تین ماہ گزر جائیں تو عورت ناف پر باندھے انشاء

اللہ بیٹا ہوگا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سَلَامٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعَالَمِیْنَ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ

بِحَقِّ كَهَيْعَصَ وَبِحَقِّ حَمَّ عَسَقَ اَهْبَا اَشْرَاهِبَا يَا شَيْخُ عَبْدُ

الْقَادِرُ شَيْئًا لِلّٰهِ يَمْلِيْخَا مُكْسَلِمِیْنَا مَسْلَمِیْنَا مَرْنُوْشُ وَبَرْنُوْشُ

سَاَزْنُوْشُ مَرْطُوْشُ وَكَلْبُهُمْ قَطْمِیْرٌ بَاسِطٌ ذِرَاعِیْهِ بِالْوَصِیْدِ .

اے اللہ! حامل ہذا کو نیک بخت صالح اور لمبی عمر والا بیٹا عطا فرما رحمت للعالمین

کے صدقے!

خاوند بیوی کے درمیان محبت کے لیے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَتَلِكْ حَجْتْنَا اَتِيْنَهَا اِبْرَاهِیْمِ عَلٰی قَوْمِهِ نَرْفَعُ دَرَجَتٌ مِّنْ نِّسَاءِ

اِنْ رَبِّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ وَوَهَبْنَا لَهٗ اسْحَقَ وَيَعْقُوْبَ كَلًّا هَدِيْنَا

وَنُوْحًا هَدِيْنَا مِنْ قَبْلِ وَاٰدَ وَدَاوُدَ وَسَلِيْمَانَ وَاِيُوْبَ

وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهَارُوْنَ وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ وَذَكَرْنَا

وَيَحْيٰى وَعِیْسٰى وَاِلْيَاسَ كُلًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ وَاِسْمَاعِيْلَ

وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا وَكَلًّا فِضْلًا عَلٰی الْعَالَمِیْنَ وَمِنْ اِبَانِهِمْ

وَذُرِّيَّتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ وَجَتَبَيْنَهُمْ وَهَدَيْنَهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ .

ذٰلِكَ هَدٰى اللّٰهُ يَهْدِیْ بِهٖ مَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ . كَذٰلِكَ يَهْتَدِیْ

اللہ فلاں بن / فلانہ بنت الی فلاں بن / فلانہ بنت بحرمة الانبياء المذكورين وبحرمة النبي ﷺ .
 لکھ کر ”یہتدی اللہ“ کے بعد مرد اپنا نام اور اپنی والدہ کا نام اور الی کے بعد بیوی
 کا نام اور اس کی والدہ کا نام لکھ کر گلے میں ڈالے۔ انشاء اللہ دونوں کے درمیان محبت
 پیدا ہوگی۔

تحفہ فضلی برائے کینسر (دعائے دم برائے کینسر)

درود شریف: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ اَلَاثِكَ
 وَنِعْمَائِكَ وَعَدَدَ جُنُودِكَ وَعَدَدَ كَلِمَاتِكَ وَعَدَدَ خَلْقِكَ وَعَدَدَ
 مَا فِي عِلْمِكَ صَلَاةً دَائِمَةً بِدَوَامِ مُلْكِكَ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ
 وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّاتِهِ وَأَهْلِ طَاعَتِهِ أَجْمَعِينَ . (ایک بار)
 اَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَةِ كُلِّهَا مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ . (گیارہ مرتبہ)
 اَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَةِ كُلِّهَا مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ وَشَرِّ
 عِبَادِهِ . (گیارہ مرتبہ)

بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي
 السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ . (گیارہ مرتبہ)
 الحمد شریف بسم اللہ سمیت آمین تک (ایک مرتبہ)
 وَالْهُكْمُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ . (گیارہ مرتبہ)
 وَعَنْتِ الْوُجُوهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّومِ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ
 ظُلْمًا . (گیارہ مرتبہ)

اَمْ اَبْرَمُوْا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرَمُوْنَ . (گیارہ مرتبہ)

سورہ قریش مکمل پارہ ۳۰ (تین مرتبہ) سورہ فلق مکمل پارہ ۳۰ (تین مرتبہ)
 اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ اِلَّا هُوَ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ

بَخِيرِ فَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ . وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَهُوَ
 الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ . رَبِّ اِنِّي مَغْلُوبٌ فَانْتَصِر .
 يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ يَا حَيُّ حِيْنَ لَا حَيَّ فِى
 دِيْمُوْمَةٍ مُلْكِهِ وَبِقَائِهِ يَا حَيُّ . يَا رَحِيْمَ كُلِّ صَرِيْحٍ وَمَكْرُوْبٍ
 وَغِيَاثِهِ وَمَعَاذِهِ يَا رَحِيْمَ . يَا مَنْ يُجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ
 وَيَكْشِفُ السُّوْءَ عَنْهُ .

آخر میں وہی ابتداء والا درود شریف پڑھ کر مٹی کے سات ڈھیلوں پر دم کریں۔ ہر
 ڈھیلا پانچ وقت کینسروالی جگہ پر پھرائیں بعد میں دوسرا پھرتیسرا۔ اسی طرح سات دن
 تک۔ پھر ٹیسٹ کرائیں۔ پھر شروع کریں۔ اسی طرح لگاتار یہ عمل کرتے رہیں۔
 امید ہے کہ کرم خداوندی سے شفاء ہو جائے گی۔

نکسیر کے لیے

لوطا لوطا لوطا لکھ کر ماتھے پر باندھے۔

حمل نہ گرے

لوطا لوطا لوطا

لوطا لوطا لوطا

لوطا لوطا لوطا

اس طرح تین لائنوں میں لکھ کر عورت دوران حمل ناف پر باندھے انشاء اللہ وقت
 سے پہلے حمل نہ گرے گا۔

دعوت رحیمی

یا رحیم کل صریخ و مکروب و غیاثہ و معاذہ یا رحیم .
 برائے جنون، وہم، وسواس کے دار چینی پر لکھ کر کسی کورے برتن میں ڈالے اور پانی

پیتا رہے انشاء اللہ شفاء ہوگی۔

تین سو ساٹھ مرتبہ پڑھے ہر سو کے اول آخر درود شریف پڑھے۔ انشاء اللہ تمام ضروریات پوری ہوں گی۔

گمشدہ / بھاگے ہوئے شخص کی واپسی کے لیے

پرانے پوست کدو پرواڑہ کھینچ کر دائرہ کے اندر قل اندعو امن دون اللہ ما لا ینفعنا ولا یضرنا ونرد علی اعقابنا بعد اذ ہدانا اللہ کالذی استحوته الشیاطین فی الارض حیران لہ اصحاب یدعونہ الی الہدئتنا قل ان ہدی اللہ ہو الہدی و امرنا لنسلم لرب العالمین (سورۃ الانعام پارہ: ۷) لکھ کر دائرہ کے باہر بھاگے ہوئے شخص کا نام اور اس کی والدہ کا نام لکھ کر کسی غیر آباد جگہ میں دفن کر دے انشاء اللہ چند دنوں میں بھاگا ہوا / گمشدہ شخص واپس آ جائے گا۔

بسم اللہ شریف کے عمل۔

(۱) امام دیربی کا تجربہ شدہ عمل ہے کہ جو شخص بسم اللہ شریف ۶۲۵ مرتبہ لکھ کر تعویذ بنا کر گلے میں ڈالے تو اسے مکمل تحفظ نصیب ہوتا ہے کسی کی مخالفت کا اس پر کوئی اثر ہو سکتا اور نہ کوئی کر سکتا ہے۔

(۲) بسم اللہ شریف کے چلہ کے سلسلہ میں بعض بزرگوں نے بتایا ہے کہ ۱۲۰۰۰ مرتبہ اس طرح پڑھے کہ ہر ۱۰۰۰ دفعہ مکمل کرنے کے بعد دو رکعت نفل پڑھے اور کم از کم پچیس بار درود شریف اور پھر اپنی عزت و تسخیر کے لیے دعا کرے۔ اسی طرح ۱۲۰۰۰ دفعہ مکمل کر کے اپنے لیے تسخیر خلق مانگے تو تسخیر ہوگی۔ چلہ کے بعد روزانہ ۱۲۱ مرتبہ پڑھنے کا معمول بنائے۔

(۳) بسم اللہ شریف کو ۲۱ مرتبہ لکھ کر کسی مرگی کے مریض کے گلے میں ڈالا جائے تو اسے آرام آ جاتا ہے۔

(۴) جس کی اولاد زندہ نہ ہوتی ہو تو ۶۱ مرتبہ لکھ کر بچے کے گلے میں ڈالے تو وہ زندہ رہتا ہے اللہ کے حکم سے۔

(۵) کسی بھی قسم کے جسمانی درود پر تین دن مسلسل ۱۰۰ دفعہ بسم اللہ شریف پڑھ کر دم کرنے سے آرام آجاتا ہے۔

(۶) رات کو ۲۱ مرتبہ پڑھنے سے انسان ہر پریشانی، دکھ درد، چوری، اچانک موت وغیرہ سے محفوظ رہتا ہے۔

دعوت سورۃ الواقعہ

جو شخص چاہے کہ اس سورت کا عامل بنے تو چاہیے کہ جمعرات کے دن سے اس سورت کو شروع کرے اور ہر روز پڑھے۔ پڑھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ، ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد دس مرتبہ سورۃ الاخلاص پڑھے، پھر سلام کے بعد دس مرتبہ درود شریف پڑھے، پھر یہ دعا پڑھے: اللّٰهُمَّ اِنِّى اَتُوَسِّلُ اِلَيْكَ بِاسْتِزْاَلِ الرِّزْقِ بِاِزْاَاةِ كِتَابِكَ الْمَجِيْدِ وَاخْتَرْتُ لِدَاَلِكَ سُوْرَةَ الْوَاقِعَةِ اللّٰهُمَّ عَصِمْتَنِى بِرَحْمَتِكَ فِى تِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ وَاشْرَحْ صَدْرِى وَيَسِّرْ لِىْ اَمْرِى وَاَفْضِ حَاجَتِى وَاكْفِفْ مَهْمِى وَزِيْدَهُ لِسَانِى وَجَمَلْ وَجْهِى بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔ پڑھتے وقت بہتر ہے کہ اعوذ باللّٰه السَّمِيعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ وَعَلٰى جَمِيعِ الْاَنْبِيَاِ وَالْمُرْسَلِيْنَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ آٹھ مرتبہ پڑھ کر شروع کرے۔

جب لیس لوقتها کاذبہ تک پہنچے تو اللّٰهُمَّ عَافِنِىْ مِنْ كُلِّ بَلَاءِ الدُّنْيَا وَالْعٰذَابِ الْاٰخِرَةِ آٹھ مرتبہ پڑھے۔ جب اولئك المقربون تک پہنچے تو کہے: اللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ۔ پھر سورت آگے پڑھنا شروع کرے۔ جب بما كانوا يعملون تک پہنچے تو آٹھ مرتبہ کہے: اللّٰهُمَّ الرِّزْقَنَا بِفَضْلِ الْعَظِيْمِ وَلَطْفِكَ الْجَسِيْمِ، پھر وہی درود شریف پڑھے۔ جب ولا كريم تک پہنچے تو اسے آٹھ بار

پڑھے اور پھر اس کے بعد یہ دعا پڑھے: اللّٰهُم اجرنا من النار سالمين۔ جب فسبح باسم ربك العظيم تک پہنچے تو اسے آٹھ بار کہے پھر یہ دعا پڑھے: سبحان القادر الظاهر القوی القيوم بلامعین۔ اور درود شریف پڑھے۔ جب سورت پوری پڑھ لے تو پھر یہ دعا پڑھے: اللّٰهُم افتح لنا ابواب وسبب لنا الاسباب ويسر علينا الحساب الصعاب واحينا مع العافية يا وهاب يا رزاق يا فتاح يا معين يا راحم المساكين ان كان مالي في السماء فانزله وان كان في الارض فاخرجه وان كان بعيدا فقربه وان كان قليلا فكثره وان كان كثيرا فحلله وان كان حلالا فاوسله الينا وابرک علينا انك على كل شيء قدير وبالاجابة جدير ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم وصلى الله على خير خلقه محمد وآله واصحابه اجمعين۔

اگر اس طرح روزانہ عمل کیا تو نعمتوں اور رزق کے اسباب کھل جائیں گے۔

اسرار حروف مفردہ

اسرار حروف مفردہ میں گزشتہ اولیاء اللہ میں سے بہت کم ایسے افراد تھے جنہیں قدرت نے آگاہ کیا ہو۔ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ، ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ، امام بونی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اور شاہ ولی اللہ نے اسرار حروف سے آگاہی کا دعویٰ کیا ہے۔ ہمارے خاندان میں حروف مفردہ کو بعض دفعہ بعض ضروریات میں استعمال کیا جاتا تھا، اس لیے ابتداء یہاں سے ہی کی جاتی ہے۔

الف

کسی ریشمی کپڑے پر ایک ہزار مرتبہ لکھ کر کسی بھی کند ذہن کے گلے میں تعویذ بنا کر لٹکایا جائے جو اس کے سینہ پر ہمیشہ لٹکارے تو اس کی قوت حافظہ تیز ہو جائے گی۔

ا	ل	ف
ف	ا	ل
ل	ف	ا

اگر جس عورت کا بچہ پیدا ہوتا ہو اس تعویذ کو دیکھے تو ولادت آسان ہو جاتی ہے۔ اگر اسی تعویذ کو جن والے کے ماتھے پر رکھے تو فی الفور آرام آجائے۔

اس شکل میں تعویذ بنا کر اگر بازو پر باندھے تو جنات وغیرہ کے اثر سے محفوظ رہتا

ہے۔

ب

ب کو ہر اسم الہی کے ساتھ جس کی ابتداء میں ”ب“ آتی

ہو، لکھے تو خشکی سے پیدا شدہ جملہ امراض کے لیے مفید ہے۔

جو شخص بصورت تعویذ بنا کر رکھے فسادِ خون کے جملہ امراض

سے محفوظ رہے گا۔ اسی طرح شہوتِ نفس سے مجبور انسان اپنی

پیٹھ پر یہ تعویذ باندھے تو اس کی شہوت ختم ہو جائے گی۔ کسی پتھر پر لکھ کر اگر نئے مکان کی

بنیادوں میں وہ پتھر رکھ دیا جائے تو اس مکان میں چور کبھی داخل نہیں ہو سکے گا۔

کسی دینی یا دنیوی غرض کے لیے ”ب“ کو سولہ مرتبہ بسم اللہ شریف انیس مرتبہ لکھ

کر اس کے بعد یہ آیت بدیع السموات والارض واذا قضی امرًا فانما یقول

لہ کن فیکون لکھ کر تعویذ بنائے تو انشاء اللہ پوری ہوگی۔

ت

”ت“ چار عدد ٹھیکریوں پر لکھ کر اپنے کاشت شدہ مربع زمین میں چار اطراف میں

رکھے تو کھیتی کو کوئی ضرر نہ پہنچے گا۔ اسی طرح غلہ کے ڈھیر میں رکھے تو وہ بھی محفوظ رہے گا۔

ث

”ث“ تین دفعہ چاندی کے برتن پر لکھے اور ہر ایک کے ساتھ ۴۰۰ کا عدد بھی لکھیں

اور کسی زہر خوردہ یا زہر دار جانور کے کاٹے کو دھو کر پلائیں۔ فی الفور شفاء ہوگی۔

ش ۴۰۰ ش ۴۰۰ ش ۴۰۰ ش ۴۰۰

چاندی کے ٹکڑے پر تعویذ بنا کر کسی چھوڑے بچے کے گلے میں ڈالے تو چیچک سے محفوظ ہونے کے علاوہ موذی چیزوں کے ضرر اور زیادہ رونے سے محفوظ رہے گا۔

ج

تین دفعہ مع عدد ۳ لکھ کر روٹی کے ٹکڑے پر ساتھ ہی یہ آیت واذا قتلتم نفساً فادراء تم فیہا واللہ مخرج ما کنتم تکتمون۔ جس پر چوری کا شک ہو کھلائے اگر کھاتے ہوئے اسے مشکل پیش آئے تو وہی چور ہوگا۔

دائیں ہاتھ کی درمیانی تین انگلیوں پر ”ج“ کا عدد ۳ لکھ کر کسی بھی متکبر اور ظالم کے سامنے جائے اس سے کچھ ضرر نہ ہوگا اور وہ نلیل ہو کر اس کی حاجت براری کرے گا۔

اگر یہ تعویذ سنریہم ایاتنا ج ی ہم فی الافاق ج ی م و فی انفسہم ج ی م کسی تختی پر لکھ کر اس میوہ دار درخت پر لٹکائے جس نے پھل دینا چھوڑ دیا ہو تو انشاء اللہ بار آور ہوگا۔

ح

ح ح ح ح

ح ح ح ح

آٹھ دفعہ لکھ کر خواہ اپنی ہتھیلی ہو یا کسی صاف برتن میں پانی سے محو کر کے پئے تو پیاس بجھ جائے گی۔ گرمی سے پیدا شدہ امراض سے شفا ملے گی۔ تین دن مسلسل عمل رہے۔

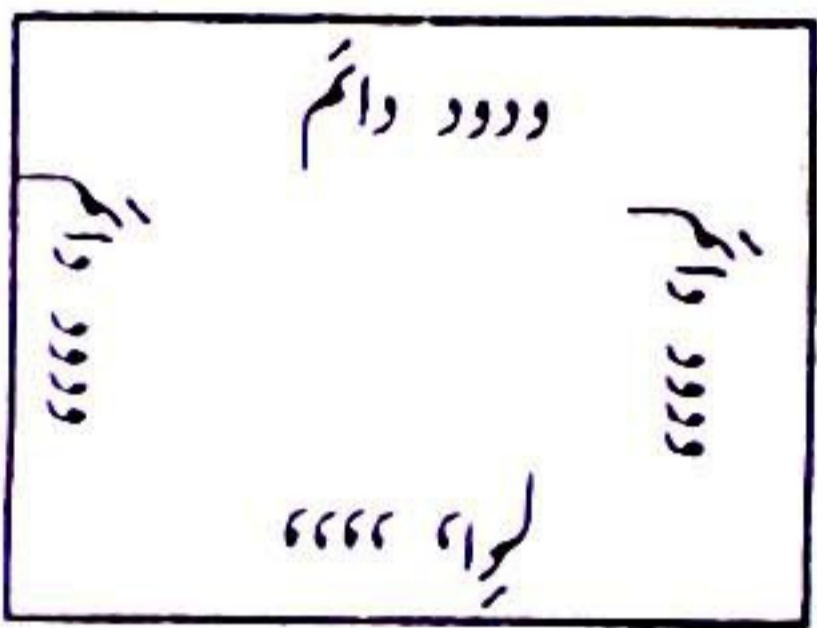
اگر کسی کو چیتے کا چمڑا میسر ہو تو اس پر یہ تعویذ لکھ کر جلانے اور سرمہ بنا کر آنکھوں میں لگائے تو وہ روحانی مخلوق کو دیکھ سکے گا۔

خ

اگر یہ تعویذ [خ] کسی بردل کے گلے میں باندھا جائے یا چھوٹے بچے کے

مٹھے نہیں باندھا جائے تو ڈر ختم ہو جائے اور بچہ زونا چھوڑ دے۔

اگر کوئی دشمن والا آدمی اپنی انگلیوں پر ”خ“ لکھ کر دشمن کا نام لے کر کہے خف
خف۔ ڈرو ڈرو۔ اور ساتھ ساتھ یہ اشارات بھی پڑھے: اجب بحق عو طيال
عیوط عیوط عیوط۔ ال ال ال ال او کش خجج خجج جعیج جعیج
یاہ یحوہ الوح العجل الساعة اور انگلیاں کھول دے۔



اس کا عدد ۴ ستائیس دفعہ جلی ہوئی جگہ پر لکھے تو
سوزش ختم ہو جائے گی اور چھالے نہ پڑیں گے۔ اگر ”ذ“
کو ہر اس نام الہی کے ساتھ لکھے جس میں دال آتی ہو،
مثلاً دائم، دودو اور مربع شکل میں لکھ کر اپنے پاس رکھے تو
لوگوں کی نظروں میں محبوب ہو۔

سات دفعہ کسی نئے چینی کے برتن میں لکھ کر شہد کے ساتھ مٹا کر نہار منہ پینے سے بلغم
کی کمی ہوتی ہے اور صاحب دمہ کے لیے مفید ہے۔ یہ عمل سات دن متواتر کرے۔

اگر کسی پتھر پر لکھ کر پانی کے کھالہ میں رکھے جس سے
زمین کو پانی لگتا ہو تو فصل عمدہ اور پھل اچھا ہوگا۔

کسی چاندی کے ٹکڑا پر لکھ کر دودھ یا گھی میں ڈال دے تو اس میں برکت ہوگی۔

اس تعویذ کو بنا کر اگر بچہ جننے والی عورت دیکھے تو ولادت آسان ہو۔

کسی بھی زہردار موذی کے کٹائے کو تو دفعہ ”س“ لکھ کر سلام قولاً من رب رحیم۔ بھی ساتھ لکھے اور پانی میں حل کر کے پلائے تو شفاء ہوگی۔

ن	پ	س	ال
ال	ن	پ	س
س	ال	ن	پ
پ	س	ال	ن

اگر شیشہ جس میں چہرہ دیکھتے ہیں پر ”س“ کا تعویذ لکھ صاحب لقوقہ اس میں دیکھے تو انشاء اللہ شفاء ہوگی۔

س	س	س	س
س	س	س	س
س	س	س	س
س	س	س	س

ش

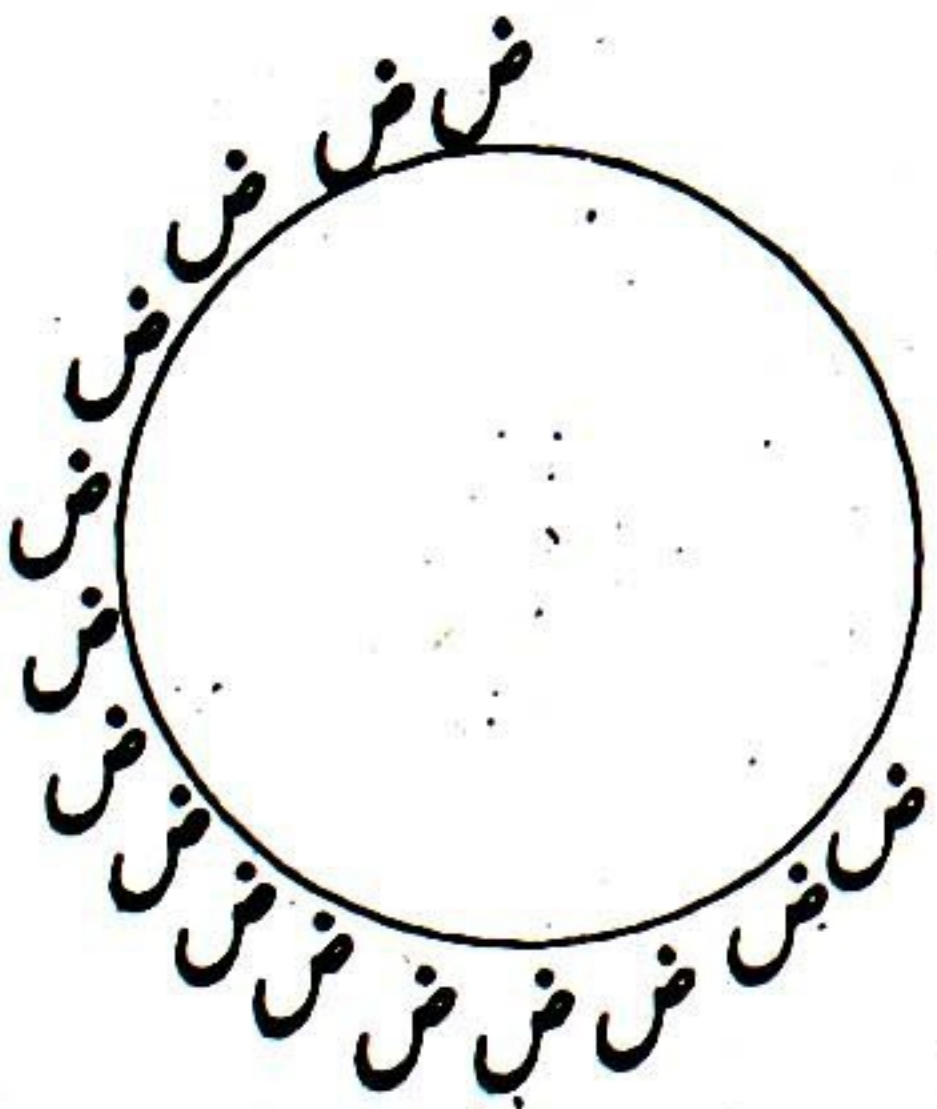
نا قابل بیان ہے۔ نجوم سے متعلق استعمال ہے۔

ص

ساتھ (۶۰) یا نوے (۹۰) ”ص“ لکھ کر اس کے ساتھ سورۃ حشر کی آخری آیات لو انزلنا لکھ کر تعویذ بنا کر در دسر شدید کا مریض سز پر باندھے تو شفاء ہوگی۔

ض

اس کا استعمال دشمن کے لیے ہوتا ہے اس لیے نا قابل بیان ہے۔ البتہ کسی بھاگے ہوئے شخص کے لیے پندرہ مرتبہ سرخ سیاہی سے شیشہ کے برتن میں ”ض“ کو دائرہ کی شکل میں لکھ کر درمیان میں بھاگے ہوئے شخص کا نام لکھ کر اس برتن کو التارکھ دے۔



انشاء اللہ جلد واپس آجائے گا۔

ط

اگر طا کے حرف کو سردرد کے مریض کے لیے یوں لکھ کر باندھے تو آرام آ جاتا ہے۔ باقی طا کا استعمال دشمن کے لیے اور کنوؤں کے خشک کرنے کے لیے کیا جاتا ہے۔ اس لیے محل اظہار نہیں۔

ظ

ظ ظ ظ ظ ظ ظ ظ
ظ ظ ظ ظ ظ ظ ظ
ظ ظ ظ ظ ظ ظ ظ

اگر پیتل کی تختی پر یہ تعویذ لکھ کر کسی برتن میں رکھ کر تازہ پانی گرایا جائے اور وہ پانی زہریلے جانور کے کاٹے کو کھلائے تو فی الفور شفاء ہوگی۔

ع

بدھ کی پہلی ساعت کو کسی کاغذ کا پردہ لے کر اس پر اٹھارہ مرتبہ لکھ کر اس کے ارد گرد وہ اسماء جن کے اول میں عین آتا ہے۔ العزیز، العلام، العلی، العظیم، العفو، العدل۔ لکھ کر دن میں چار مرتبہ کاغذ کو دیکھنے سے اللہ تعالیٰ اس شخص کو علوم و معارف کی محبت عطا فرماتا ہے اور اس کی زبان سے علوم کا اظہار ہوگا۔

غ

جو شخص چاندی کی انگوٹھی پر سوموار کے دن جب کہ چاند کی زیادتی والے دنوں یعنی چاند کی پندرہویں سے قبل غ ی ن لکھے تو مخلوقات میں عزت ہو۔ اسی طرح اس کا عدد لکھ کر اس کے ساتھ وہ اسماء الہیہ جن کی ابتداء میں ”غ“ آتا ہو مثلاً غنی بھی لکھے اور اس تعویذ کو ٹوپی کے اندر سلائے جو اس کے سر سے چھوتارے تو اسے عزت حاصل ہو۔

ف

دشمن کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اس لیے ناقابل بیان ہے۔

ق

اکیس (۲۱) مرتبہ لوہے کی تختی پر لکھ کر اپنے بازو سے باندھے تو قوت حاصل ہو۔
اسی طرح چلہ کش آدمی نصف دائرہ کی شکل میں ق لکھ کر درمیان بیٹھے تو جنوں کے تصرف سے محفوظ ہوگا۔ اسی طرح آسمان سے بادل ہٹانے کے لیے سو (۱۰۰) دفعہ ”ق“ کسی کاغذ پر لکھ کر ہوا میں باندھے آسمان صاف ہو جائے گا۔

تنگ دست آدمی چاندی کی تختی پر سو (۱۰۰) دفعہ ”ق“ لکھ کر یہ آیت قُلِ اللَّهُمَّ
مَلِكُ الْمَلِكِ..... حساب تک لکھ کر اپنے پاس رکھے تو جلد مالدار ہو جائے۔

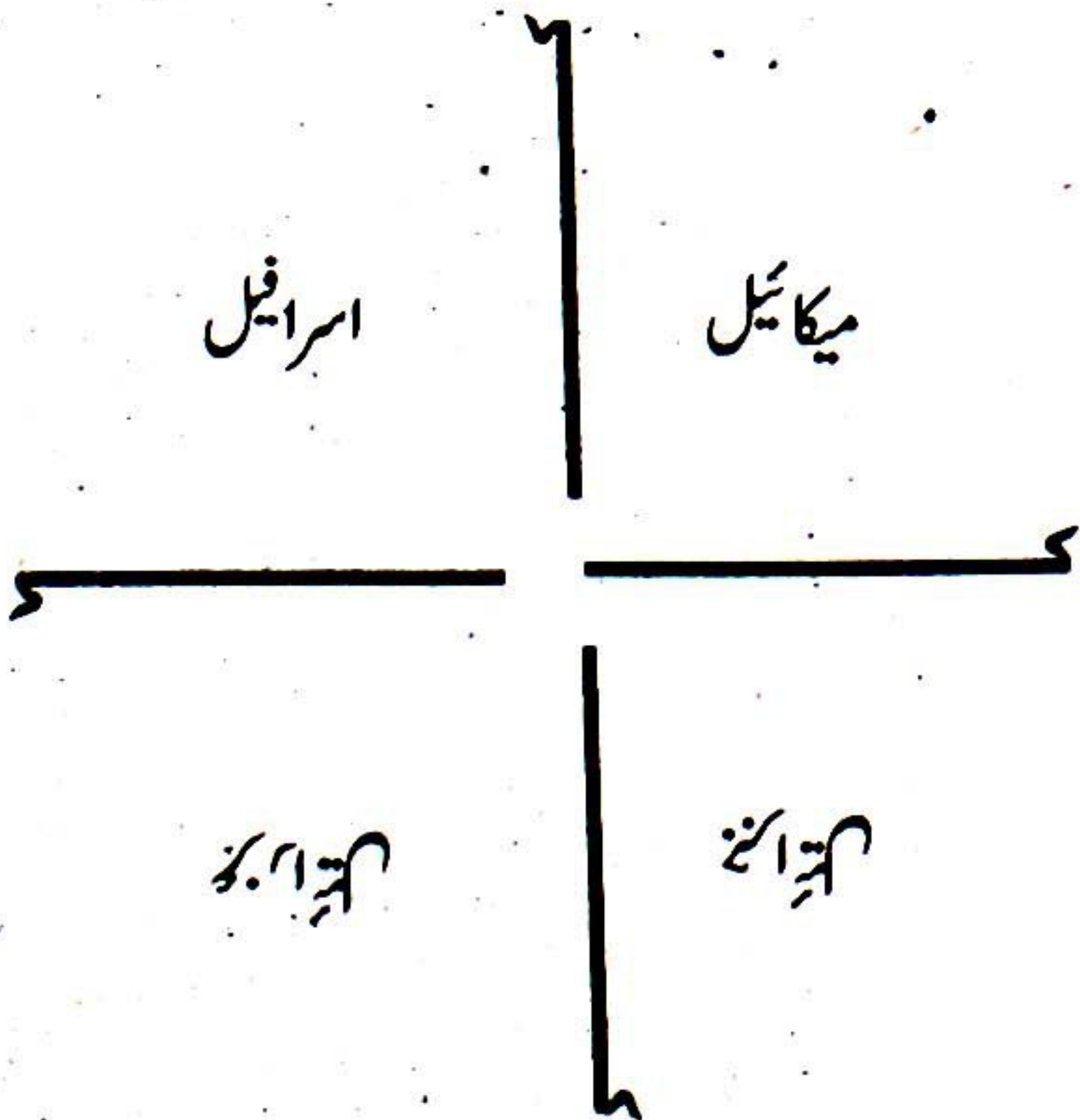
عدد ”ق“ کے مطابق ”ق“ لکھ کر سر میں باندھنے سے نزلہ کے مریض کو آرام آ

جائے گا۔

ک

کسی برتن میں چار مرتبہ لکھ کر وہ برتن تلی پر رکھیں تو تلی غائب ہو جائے گی۔ تعویذ

یوں ہے:



ل

اس کے عددِ ابجدی کے مطابق لکھ کر جملہ امراض و عوارض میں پلانے سے آرام

آتا ہے۔

ن

چالیس مرتبہ لکھ کر سورۃ فتح کی آخری آیات محمد رسول اللہ سے آخر تک لکھ کر تعویذ بنائے تو باعزت ہو۔ اسی طرح اسے لکھ کر چالیس اسمائے الہیہ جن کے اول میں ”م“ آتا ہو لکھ کر تعویذ بنائے تو معزز ہو۔

چلہ کش اگر اپنے چلہ کی کوٹھڑی کی سامنے والی دیوار پر موٹے حروف سے ”م“ لکھے اور ہر روز چالیس مرتبہ اس کی طرف نظر جمائے تو صفائی باطن حاصل ہو۔ نظر جماتے وقت اللھم ملک الملک والی آیت بھی ساتھ ساتھ پڑھتا رہے۔

ن

جن آئے ہوئے شخص کی پیشانی پر ”ن“ لکھ دے تو جن چھوڑ کر چلا جائے گا۔ اسی طرح اگر ”ن“ لکھ کر ساتھ وہ اسماء الہیہ جن کے اول میں نون آتا ہے لکھ کر تعویذ بنائے تو کبھی تنگ دستی نہ آئے۔

اقطارِ حروف

ان کو کہا جاتا ہے جو سیدھے اور اُلٹے دونوں طریقوں سے پڑھے جائیں۔ قرآن کریم میں دو جگہ حروف ہجاء کا ایسا استعمال ہوا ہے وراک فکبر کل فی فلک یہ سیدھے اُلٹے دونوں طرح سے ایک ہی بنتے ہیں۔ اسی طرح میم ن واؤ بھی ہیں۔ ان کو حروفِ مقطوعہ میں لکھے اور اسی طرح ورد بنائے تو صاحبِ اسرار ہو۔

ہاء

پچیس مرتبہ لکھ کر ساتہ..... اسم الہی جی..... لکھ کر تعویذ بنائے تو کند ذہن صاحب فہم ہو جاتا ہے۔ سورۃ حشر کی آخری آیات..... ہو اللہ الذی..... الخ۔ آخر تک کے ساتھ اسے لکھے تو جو شخص رات ڈرتا ہو اسے تعویذ بنا کر پاس رکھے تو اس کا ڈر دور ہو جائے گا۔

کوئی بھی کارِیگر کسی نئی ایجاد کے لیے سوچتا ہو تو وہ اگر کسی عمدہ کاغذ پر اکہتر مرتبہ لکھ کر تعویذ بنائے تو اللہ تعالیٰ اسے اس ایجاد کے لیے ہدایت دے گا۔ ہو اللہ ہادی کا ورد بھی اچھا ہے۔

واو

اگر سو مرتبہ کسی کاغذ پر لکھ کر ساتہ ہی دعوت بھی لکھے جو یہ ہے: اجب یا مہر قیائل بحق یاہ یاہ یموہ یموہ بہ بہ مقیع ہلہلف ہلہلف اجب و تو کل..... یہاں اپنی ضرورت لکھے باریک اللہ فیک تو نا فرمان شرابی زانی اپنے برے فعل سے باز آ جائے۔

اسی طرح کسی کدال پر سو مرتبہ لکھ کر کنواں کھوڑے تو جلد پانی نکل آئے گا اور میٹھا اور بابرکت ہوگا۔

حروف

حروف کی بحث میں ایک اور عمدہ بحث قارئین کی ضیافت کے لیے تحریر کی جاتی ہے۔

بعض اسرارِ حروف کے واقف علماء نے حروف کی مختلف ترکیبوں کو بعض مفادات میں استعمال کیا ہے جو ہمارا خاندانی معمول ہے۔

حروف مواثبات

یہ اٹھارہ ہیں۔ ب ت ث ج ح خ ذ ز س ش ص ض ط ظ ع غ۔ ان حروف کے اس عورت کے دودھ سے جس نے پہلی مرتبہ ہی لڑکا جنا ہو، سے لکھ کر تعویذ بنائے اور ٹوپی میں رکھے تو معزز ہو۔

گیارہ دوسرے حروف

اب ت ث ط ف ک ل لای۔ یہ حروف جسم میں جس حصے میں کوئی مرض ہو تو اس حصہ کے نام کے ساتھ ان کو اسی طرح ملائیں کہ اس حصہ کے نام سے پہلا حرف لے کر ان حروف سے ملاتے جائیں، پھر ان کو مرکب کر کے تعویذ بنا کر اس حصے پر لٹکائیں۔ انشاء اللہ شفاء ہوگی۔ مثلاً آنکھ کو عربی میں (عین) کہتے ہیں۔ اس کا پہلا حرف ”ع“ ہے۔ اس کو ان حروف میں یوں ملایا جائے۔ اع، بع، تع، ثع، ظع، طع، فع، کع، لع، لاع، یع۔ یہ جب مرکب کیے جائیں گے تو اعبع، تعثع، طعظع، فعکع، لعلاءیع ہوگا۔ یہ تعویذ اب آنکھ کی بیماریوں میں استعمال کریں۔

خوف کے لیے چودہ حروف

دل ذل ص د ض د ف ک ل م و ہ۔ ان کا تعویذ مرکب کر کے یوں بنائیں:
دل ذل صد ضد ف کلموہ۔ ہر ڈرنے والے کے لیے تعویذ بنا کر دیں تو اس کا ڈر زائل ہو جائے گا۔

چودہ حروف صامتہ

اح درس ص ط ع ک ل م و ہ۔ ان کے مرکب کرنے سے چار اسم بنتے ہیں۔ احد، رصص، طعکل، موہلا۔ کسی بھی چاند کی اٹیسیویں تاریخ کو لکھ کر سیسہ تانبہ کی انگوٹھی کے نگینہ کے نیچے رکھ کر پہنیں۔ ہر بدخواہ کی زبان بندی ہوگی۔

حروف خواتیم

اد ذر ز و لا۔ اگر اس کو لکھ کر غلہ میں یا کپڑوں میں رکھیں تو کوئی نقصان نہ ہوگا۔

حروف نورانی

قرآن کریم کی چار سورتوں کی ابتداء میں حروف نورانی ہیں۔ کھیعص، طس، ق، الرحمن۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف کے متعلق مشہور ہے کہ آپ مال و متاع کی حفاظت کے لیے یہ تعویذ لکھ دیا کرتے تھے۔ اسی طرح دریائی یا ہوائی سفر میں یہ حروف پڑھے تو پڑھنے والے محفوظ رہتا ہے۔

بعض علماء حروف نے ایک مشق کا لکھا ہے کہ جو شخص حروف نورانیہ والے اسماء الہیہ کو اسم ذات (اللہ) کے ساتھ ورد رکھے تو گویا اسے اسم اعظم حاصل ہو گیا۔ وہ اسماء الہیہ یہ ہیں:

هو الله الرحمن الرحيم الملك المالك السلام العلي الحلیم
الکریم المحسن الحکیم المنعم المانع السميع البصیر
القائم القاهر الحی المحی المح المہيمن القہار۔
طوالت کے خوف سے حروف کا بیان ختم کیا جاتا ہے۔

ذہنی پریشانی کی صورتوں میں

حضرت معظم رحمۃ اللہ علیہ تنگ دست اصحاب کو مندرجہ ذیل دعا بتایا کرتے تھے۔
شجاع چغتائی صاحب، جناب مفتی عبدالغنی صاحب کے برادر نسبتی کے لڑکے تھے۔ حالات کی ناسازگاری کا شکار ہوئے تو حضرت نے ان کو مندرجہ ذیل دعا بتائی۔ بحمد اللہ! وہ آج کل امریکہ میں ہیں اور عمدہ کاروبار سے متعلق ہیں۔ ہر نماز کے بعد آیت قل اللہم ملک الملک تا حساب پڑھنے کے بعد یہ دعا پڑھے: بسم اللہ الرحمن الرحیم یا رحمن دنیا والاخرۃ ورحیمہما تعطی منها من تشاء وتمنع منها من

تشاء وصل علی محمد والہ اقض عن دینی۔

سورۃ قارۃ کو بطور تعویذ لکھ کر پاس رکھے اور ہر نماز کے بعد ایک دفعہ پڑھا کرے۔

ستر بار سورۃ قریش پڑھ کر دعا کرے تو بھی مشکل حل ہوگی۔

قضائے حاجت

ہر نماز کے بعد سجدہ میں یا ذا الجلال والا کرام اکیس دفعہ پڑھے۔ انشاء اللہ

ہر قسم کی مشکل دور ہوگی۔

بدچلن اور نافرمان اولاد

اس کے لیے صبح کی نماز کے بعد ساتواں تین سو ساٹھ مرتبہ پڑھا کرے۔ انشاء

اللہ ہدایت پائے گا۔

ہر حاجت و ہر مرض کے لیے

مندرجہ ذیل نقش کو پانچ کاغذ پر ورقوں پر کسی نماز کے بعد لکھے۔ ایک تعویذ اپنے

پاس رکھے دوسرا پانی میں ڈالے تیسرا جلادے چوتھا زمین میں دفن کر دے پانچواں کسی

درخت پر باندھے۔ ہر صبح کی نماز کے بعد کم از کم سات دنوں تک سورۃ کافرون دس مرتبہ

پڑھ کر سجدہ میں یا ذا الجلال والا کرام اکیس مرتبہ پڑھا کرے۔ نقش یہ ہے:

ا ا ا ا ا ا ا ب ب ب ب ب ب ب ر ر ر ر ر ر ر س ش ع ع ع ع ع ع ل ل ل ل م م م

م ن ن ن ن ن و و و و و ہ ہ ہ ہ ہ ی ی ی ی ی گ گ ک ک ف ف .

خاوند اور بیوی کے خوشگوار تعلقات

سورۃ انعام رکوع نمبر ۱۰ کی یہ آیت وتلك حجتنا اتيها ابراهيم تامن يشاء

من عباده لکھ کر ذرا آخر میں یہ لکھے: كذلك يهتدى الله فلان بن فلانة الى محبة

فلان بن فلانة بحرمة الانبياء المذکورين وبحرمة النبی صلی اللہ علیہ

والہ وسلم۔ کوئی ایک فرد اپنے پاس رکھے مقصود حاصل ہوگا۔

سورة یسین کی آیات قال من یحیی العظام تا توفدون سات عدد نمک کے ٹکڑوں پر پڑھے۔ ہر ٹکڑے پر ایک دفعہ اور ساتھ فلاں بن / بنت فلانة علی حب فلاں بن / بنت فلانة بھی کہے۔ پھر ان ٹکڑوں کو آگ میں ڈال دے۔ چند بار ایسا کرنے سے باہمی محبت ہو جائے گی۔

یاود کسی کھانے کی چیز پر ایک ہزار مرتبہ پڑھ کر دم کر کے دونوں کھائیں تو محبت ہوگی۔

الفت زوجین کے لیے یہ چار تعویذ بھی مجرب ہیں:

<p>۶۸۷</p> <p>و ا ہ ا ب</p> <p>ب ا ہ و</p> <p>ہ و ب ا</p> <p>ا ب و ہ</p>	<p>۶۸۷</p> <p>اللہ نور السموات والارض</p> <p>السموات والارض نور اللہ</p> <p>والارض نور اللہ السموات</p> <p>نور اللہ السموات والارض</p>	<p>۶۸۷</p> <p>ح و ا د</p> <p>ا د و ح</p> <p>د ا ح و</p> <p>و ح د ا</p>
--	--	--

<p>۶۸۷</p> <p>ب ا س ط</p> <p>ط س ا ب</p> <p>س ط ب ا</p> <p>ا ب ط س</p>
--

شادی کی طلب

ایسا شخص جس کو شادی کی طلب ہو مندرجہ ذیل تعویذ لکھ کر گلے میں ڈالے:

ربنا هب لنا من ازواجنا وذرياتنا قرۃ اعین واجعلنا للمتقین

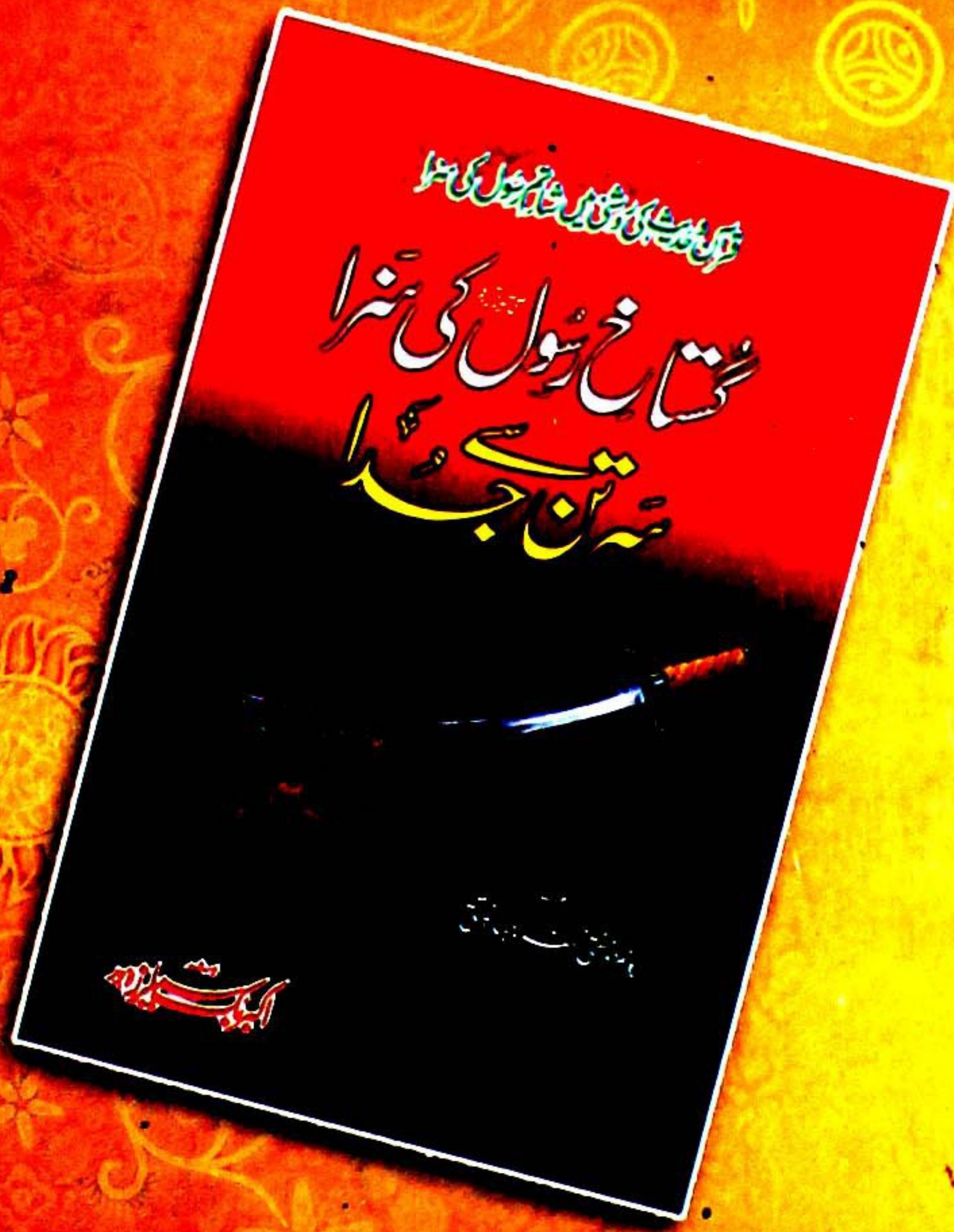
امامنا . اولئك يجزون الغرفة بما صبروا ويلقون فيها تحية
وسلاما خالدین فیہا حسنت مستقرًا ومقاما ولا تمدن عینک
الی ما متعنا به ازواجنا منهم زهرة الحیوة الدنیا لفتنہم فیہ
ورزق ربک خیر وابقی . وامر اهلك بالصلوة واصطر علیہا
لا نسئک رزقا نحن نرزقک العاقبة للتقوی .

اور رات کو سوتے وقت ربنا ہب لنا سے حسنت مستقرًا تک مندرجہ بالا
میں سے اکیس مرتبہ پڑھے اور دعائے مانگے۔

الولد شخص اگر یہی عمل کرے تو مجرب ہے خدا اولاد دے گا۔ انشاء اللہ!
سورۃ احزاب والدہ یا والد لکھ کر ایک ڈبیہ میں بند کریں اور مکان میں بحفاظت
رکھیں اور سورۃ مذکورہ کو ہر روز پڑھ کر دعائے مانگے تو لڑکیوں کے لیے حسب مراد خاوند مل
جائیں گے۔

سورۃ طہ لکھ کر اس کو پانی میں حل کر کے لڑکی یا لڑکا غسل کرے۔ دو تین دفعہ عمل
کرنے سے مراد پوری ہوگی۔

سورۃ کوثر سات مرتبہ لکھ کر اس کو پانی میں حل کر کے غسل سے بھی مراد پوری ہوگی
اور شادی جلد ہو جائے گی۔



اکبر پبلشرز

زبیدی سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور Ph: 042 - 37352022